Scanned by CamScanner

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

۸۳ سالوں سے مسلسل شائع ہونے والا صرف ایک رسالہ نہیں بلکہ یہ ایک مکتبہ فکر ہے۔
یہ ایک تحریک ہے، یہ دین کی بنیادی دعوت کا ترجمان ہے۔
حق گوئی کے سلسلے میں جرأت وبے باکی اس کی پہچان ہے۔
غیرت وحمیت، نیز مومنانہ بصیرت کا علمبردار ہے۔قدیم صالح، جدید نافع کا حسین امتزاج ہے۔
سالہا سال سے لگاتار آج تک یہ امت کی رہنمائی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ

زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ آواز پہونچے، اور آج کل کے حالات میں مناسب اور معتدل رہنمائی سے فائدہ اُٹھائیں تو آپ بھی اس کارِخیر میں ہمارے ساتھ شامل ہوکر ہمارا تعاون کریں۔

☆ سالانہ خریدار بنیں۔ ☆ اپنے کسی دوست رشتہ دار یا اپنے محلے کی مسجد کے لئے اپنی طرف سے رسالہ جاری کروائیں۔ ☆ اپنے یا اپنے سے متعلق کسی شخص کے حلال کاروبار وغیرہ کا اشتہار رسالہ میں شائع کروائیں۔

ہم سے رابطہ کریں

دفتر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، 31 / 114 نظیر آباد لکھنؤ، فون 0522-4079758
Email: monthlyalfurqanlko@gmail,com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۸ — ماہ فروری ۲۰۲۰ء مطابق جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ — شمارہ نمبر ۲

مدیر: خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی

E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

زرِ تعاون کی تفصیلات

سالانہ زرِ تعاون: برائے ہندوستان (سادہ ڈاک) عمومی -/350 ₹

خصوصی -/600 ₹ (اس میں سالانہ خریداری کے ساتھ ادارہ کا تعاون بھی شامل ہے)

سالانہ زرِ تعاون: برائے ہندوستان (V.P Post) عمومی -/410 ₹

خصوصی -/650 ₹ (اس میں سالانہ خریداری کے ساتھ ادارہ کا تعاون بھی شامل ہے)

سالانہ زرِ تعاون: برائے ہندوستان (رجسٹرڈ ڈاک) عمومی -/640 ₹

خصوصی -/900 ₹ (اس میں سالانہ خریداری کے ساتھ ادارہ کا تعاون بھی شامل ہے)

لائف ممبر شپ: برائے ہندوستان (عمومی) -/30000 ₹

خصوصی -/60000 ₹ (اس میں لائف ممبر شپ کے ساتھ ادارہ کا تعاون بھی شامل ہے)

سالانہ زرِ تعاون برائے: بیرونی ممالک یورپ، آسٹریلیا اور امریکہ وغیرہ (Air Mail) 70 $ ۷۰ ڈالر۔ 45 £ ۴۵ پاؤنڈ

(سعودی عرب، عمان، کویت، متحدہ عرب امارات وغیرہ کے لئے ہندوستانی کرنسی میں -/4500 ₹ کے برابر)

لائف ممبر شپ: برائے بیرونی ممالک یورپ، آسٹریلیا اور امریکہ وغیرہ 3000 $ ۳۰۰۰ ڈالر۔ 1200 £ ۱۲۰۰ پاؤنڈ

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ

آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغہ .V.P ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے — منیجر

اس شمارہ میں

A/c Name: ALFURQAN

Bank: State Bank of India (A/c with) V.D Marg (Lucknow)

A/c No. 36782927062- A/c Type: Current- Ifsc Code: Sbin0009021

نوٹ: NEFT یا RTGS یا پھر آن لائن ادائیگی کریں، نقد (Cash) جمع کرنے پر بینک ہر بار ₹59 وضع کرلیتا ہے!

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ:
Mr. RAZIUR RAHMAN
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

﴿ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔﴾

(ماہنامہ) الفرقان **خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ** (Monthly) ALFURQAN

۱۱۴/۳۱، نیا گاؤں (مغربی)، نظیر آباد، 114/31, Naya Gaon (West) Nazirabad,

پوسٹ آفس: امین آباد پارک P.O Aminabad Park

لکھنؤ۔۲۲۶۰۱۸ Lucknow-226018

فون نمبر: Ph: +91-522-4079758

واٹس ایپ نمبر: whatsapp No. +91 8174 94 4326

ای میل: e-mail: monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ بعد ظہر ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک۔
اتوار کو آفس بند رہتا ہے۔۔۔۔

خلیل الرحمٰن سجاد کے لئے پرنٹر و پبلیشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۱۱۴/۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

نگاہ اولیں

مدیر

نالۂ صیّاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور

ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ سرزمین ہند میں بھی ظلم وانصاف اور کفر واسلام کی کشمکش فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے، قرآن اور تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی یہ مرحلہ آتا ہے تو ہر انسان اور خاص کر ہر مدعی اسلام کی شخصیت و کردار کی اصلیت کھل کر سامنے آجاتی ہے، اور ایسے موقع پر لازم ہو جاتا ہے کہ خود اپنی ذات سے لے کر اپنے اہل وعیال، اعزہ واقارب اور ملت کے ایک ایک فرد سے کچھ صاف صاف باتیں کی جائیں۔ اسی نیت سے مسلسل اسفار کے دوران آج قلم اٹھایا ہے، اللہ کرے کہ تمام ضروری باتیں آج کی نشست میں عرض کرسکوں، اور آپ میں سے ہر شخص ان معروضات کو اس طرح پڑھے کہ جیسے یہ صرف اسی کو مخاطب کر کے پیش کی گئی ہوں، اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک ان کو پہنچانے کی بھی آپ سب کوشش کریں۔

جو لوگ برہمنی عقائد وافکار اور منصوبوں کو جانتے ہیں وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کی دیرینہ اور سب سے بڑی تمنا اور نصب العین یہ ہے کہ سرزمین ہند بلکہ پورا برصغیر اس طرح ان کے قبضے میں آجائے کہ وہ یہاں منوسمرتی کا قانون نافذ کر کے اپنے سوا سب قوموں اور تمام سماجی اکائیوں کو بدترین درجہ کا غلام بن کر رہنے، نیز اپنے مذہبی، تہذیبی اور سماجی شناختوں کو بدل کر ان فسطائیت کے علمبرداروں کی مسلط کردہ شناخت کو قبول کرنے پر مجبور کردیں، اپنے اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے جو منظم اور منصوبہ بند کوششیں آزادی کے بعد سے بلکہ اس سے کافی پہلے سے یہ عنصر

کرر ہا تھا اسے اب یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس کی منزل قریب ہے، بلکہ ان میں یہ احساس بھی عام ہے کہ "ابھی نہیں، تو کبھی نہیں" اور اسی وجہ سے ان کی رفتار بہت تیز ہوگئی ہے —— بلاشبہ ہمارے ملک کے حالات حاضرہ کا ایک رخ یہی ہے، لیکن ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ تقدیر الٰہی نے وطن عزیز کی قسمت میں کچھ اور لکھ رکھا ہے۔ وہ کیا ہے ذرا توجہ سے پڑھئے:

اس کائنات میں کارفرما رب العالمین کے تکوینی نظام اور قرآن وحدیث کے اشارات پر غور کر کے جن اہل علم نے خداوند عزیز وحکیم کی طرف سے سرزمین ہند بلکہ برصغیر کے لئے طے شدہ مقدر کو دریافت کر کے ہمیں باخبر کرنے کی کوشش کی ہے ان میں سرفہرست اس دور کے امام ومجدد حضرۃ الامام (شاہ) ولی اللہ دہلوی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ جلد اول کے صفحہ ۲۰۳ پر ایک بہت اہم علمی حقیقت بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں دو پہلو جمع تھے، ایک تو نبوت ورسالت؛ اس کا فیض اور خطاب تمام اقوام عالم کے لئے بلا تخصیص وامتیاز عام تھا، اور دوسرا پہلو وہ تھا جس سے فیضیاب ہونے کی سعادت اولین طور پر قریش کی قسمت میں آئی، جن کو امت مسلمہ اور اس کے واسطے سے عالمی عزت وحکمرانی کی سعادت ملی، اس کے بعد جس قوم کے لئے نبوت محمدی اور اس کے دوسرے پہلو سے فیضیاب ہو کر سیادت وحکمرانی مقدر تھی وہ تاتاری قوم تھی، اور اسی بنا پر اسے رسول اللہ ﷺ کی ذات والا برکات کے دونوں پہلوؤں کا فیض حاصل ہوا......."

اسی عبارت میں آگے چل کر سرزمین ہند کے مستقبل کے بارے میں یقینی لب ولہجے میں جو بات لکھی ہے وہ پہلے آپ ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

"والذی اعتقده أنه ان اتفق غلبة الهنود مثلا علیٰ اقلیم هندوستان غلبة مستقرة عامة وجب فی حکمة الله أن یلهم رؤسائهم التدین بدین الاسلام کما الهم الترک"

(اور جس بات کا مجھے پختہ یقین ہے وہ یہ ہے کہ اگر مثلاً ہندوؤں کا اقلیم ہند پر تسلط قائم ہو

جائے اور یہ تسلط مستحکم اور ہر پہلو کے اعتبار سے ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کی رو سے یہ لازم ہوگا کہ ہندوؤں کے سرداروں کے دل میں یہ الہام کرے کہ وہ دین اسلام کو اپنا مذہب بنالیں)

الفرقان کے شاہ ولی اللہ نمبر میں جو ۱۳۵۹ھ میں شائع ہوا تھا، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے بھی اپنے مقالے میں بہت اہمیت کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کی اس بات کو نقل کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا صرف ایک جملہ یہاں نقل کردیا جائے:

"(سرزمین ہند میں) حالات جب روز بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے تھے اور آپ کو اس کا یقین ہوگیا کہ اب اس ملک پر مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی، اور بہرحال غیر اسلامی قوتوں کا اس پر اقتدار قائم ہی ہوجائے گا، تو اب چاہے آپ اسے اپنے دل کی تسلی خیال کیجئے، یا (یہ سمجھئے کہ) جہاں اور بہت سی چیزیں انہوں نے غیبی (الہامی) اشارات کے تحت لکھی ہیں، اس کا بھی اعلان کسی گمان غالب کے تحت میں نہیں، بلکہ یقین واعتقاد کی صورت میں کیا ہے....... بہرحال ہندوستان کے متعلق "پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے" ان کا نظریہ بلکہ عقیدہ تھا" (الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر صفحہ ۱۴۵)

ہمارے علم و اندازے کے مطابق علامہ اقبال بھی ان ہی صاحب دل اور صاحب نظر لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سرزمین ہند کے اس تابناک مستقبل کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اور جو انہوں نے دیکھا تھا درج ذیل اشعار میں اس کی منظر کشی کرتے ہوئے کہا تھا:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہوگی ترنم آفریں بادِ بہار — نکہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک — بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی
شبنم فشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز — اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی
دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل — موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود — پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
نالۂ صیاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور — خونِ گلچیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آسکتا نہیں — محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

اصل مدعا کی طرف آنے سے پہلے جملۂ معترضہ کے طور پر ایک اور بات پوری صراحت کے ساتھ کہہ دینا مناسب محسوس ہوتا ہے وہ یہ کہ راقم سطور کے خیال میں مستقبل کے عالمی وملکی منظر نامے کے بارے میں ان توقعات کو قائم کرنے کے لئے جن کا تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ اور علامہ اقبال کے حوالے سے ہم نے ابھی کیا ہے، نہ کسی الہام کی ضرورت ہے نہ کسی غیبی اشارے کی، یہ تو اللہ کی اس سنت کے عین مطابق ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں جا بجا کیا گیا ہے، مثال کے طور پر سورۂ ابراہیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

”وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے پیغمبروں کو اپنی جدوجہد کے دوران ایسے مرحلے کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا جب اہل کفر کی طرف سے ان کو یہ دھمکیاں دی جانے لگتی تھیں کہ ”ہمارے“ ملک میں تم اسی صورت میں رہ سکتے ہو جب تم ہمارے مذہب وتہذیب میں ”واپس“ آجاؤ، اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقعوں پر اپنے نبیوں کو خاموشی کے ساتھ بذریعہ وحی اپنے تقدیری منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے یہ بتادیا کہ مستقبل میں وہ نہیں ہونے والا جس کی دھمکیاں تم کو دی جارہی ہیں، بلکہ ہونے والا یہ ہے کہ اہل کفر میں سے چھانٹ کر ہم ”ظلم کرنے والوں“ کو نیست ونابود کردیں گے، اور جس ملک سے تم کو نکالنے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں اس ملک میں تم ہی بسو گے، البتہ یہ یاد رکھنا کہ ہمارا یہ وعدہ ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو ہمارے سامنے پیشی اور ہماری پکڑ سے ڈرتے ہوئے زندگی گذاریں گے۔

اسی طرح سورۂ قصص میں جہاں فرعون کے لرزہ خیز مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

”اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَاۗىِٕفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَاۗءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَاۗءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾“

(واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں (بڑی) سرکشی اختیار کررکھی تھی (یعنی ظلم وستم کا بازار گرم کررکھا تھا) اور اس نے وہاں کے باشندوں کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کردیا تھا، اور ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کررکھا تھا (اور چونکہ کسی نجومی نے پیشین گوئی کی تھی کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص اس کی سلطنت کو ختم کرے گا، اس لئے وہ) ان کے بیٹوں کو ذبح کردیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، وہ تو تھا ہی (زمین میں) خرابی پھیلانے والا۔ (اور نظم عالم میں خلل ڈالنے والا)

وہیں اس آیت کے فوراً بعد اللہ نے اپنے منصوبے کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

”وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ۝۵ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ۝۶“

یعنی یہ تو ہوا فرعون کا ارادہ جس کا تذکرہ ہم نے پچھلی آیت میں کیا، مگر ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ آنے والے دنوں میں ہم ملک میں دبے کچلے اور مظلوم طبقوں پر اپنی خاص نظر کرم کریں گے اور انھیں قیادت اور حکمرانی عطا کریں گے، اور ان کو ملک میں مضبوط اقتدار دے کر فرعون، اس کے وزیر ہامان اور ان دونوں کے لاؤ لشکر کو وہ سب دکھا دیں گے جس کا خوف ان کی طرف سے انھیں لگا رہتا تھا۔

الغرض ظلم جب اپنی انتہاء کو پہونچنے لگتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اب ان کی ہلاکت اور مظلوموں کی نجات اور انصاف کے دور کے آغاز کا وقت قریب ہے ع

دلیل صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی

اور میرا طالب علمانہ خیال یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ”وجب فی حکمۃ اللہ“ کے الفاظ کے ذریعے اللہ کی اسی سنت دائمہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اسی وجہ سے ہمیں بھی پورا یقین ہے کہ برصغیر ہند و پاک کے لئے بھی اللہ کا منصوبہ یہی ہے کہ ع

یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

البتہ اس موقع پر بہت وضاحت کے ساتھ یہ عرض کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وطن عزیز

کے اس تابناک مستقبل کی تعمیر کے لئے مسلمانان ہند کو ایک ایسی جدو جہد کے میدان میں اترنا ہوگا جس کا ایک ستون اگر حکمت و دانشمندی ہو تو دوسرا ستون عزم واستقلال اور ہر طرح کی قربانیوں کے لئے آمادگی ہو، ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ ہم اپنی ملت کی اکثریت کو ایسی جامع تربیت نہیں دے سکے جس کے ذریعے قوم میں یہ دونوں جوہر پیدا ہو سکیں، اس میں اس بات کو بھی بڑا دخل ہے کہ ایک ایک کر کے وہ رہنما رخصت ہوتے گئے جن میں حکمت و دانائی بھی تھی اور عزم وحوصلہ بھی، جو ریشم کی طرح نرم بھی تھے اور فولاد کی طرح سخت بھی۔ اور ان کی جگہ ہم جیسے لوگ رہ گئے جو ظاہر میں کچھ ہیں اور باطن میں کچھ اور، جنہوں نے اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ اور مختلف رازہائے سربستہ کے اخفاء کے مقصد سے قوم کو بھی صبر وتحمل اور حکمت ومصلحت کے نام پر صرف پسپائی وشکست خوردگی اور بزدلی ہی کا سبق سکھایا......

تاہم تازہ ترین حالات سے امید بندھتی ہے کہ اب ہم ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئے ہیں جس کی ایک علامت تو یہ ہے کہ فسطائی عناصر نے اپنے اصلی عزائم کا کھلم کھلا اظہار کرنا شروع کر دیا ہے اور ایک کے بعد ایک اقدامات اور قانون سازیوں کے ذریعے انہوں نے اپنے سوا پورے ملک کی آبادی کو بالخصوص مسلمانوں کو اپنے جارحانہ حملوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے، اور بوسنیا و روہنگیا کے مسلمانوں کے ساتھ جس طرح کے لرزہ خیز مظالم کیے گئے تھے، اسی طرح کے مظالم مسلمانوں پر کیے جا رہے ہیں۔ اور دوسری علامت یہ ہے کہ قوم کے اندر اور بالخصوص قوم کے نوجوانوں میں بالکل اچانک اور عجیب وغریب طریقے پر صورت حال کی سنگینی کا احساس اور جرأت، بے خوفی اور بے باکی کے ساتھ ظلم کے مقابلے کا وہ عزم وحوصلہ بیدار ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے جو عرصے سے مفقود تھا، بلاشبہ اس نئی تبدیلی کو براہ راست اللہ کے ارادے اور حکم کے علاوہ کسی شخصیت، کسی کوشش اور کسی تحریک کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا، بلاشبہ یہ اسی وحدہ لاشریک اور عزیز وحکیم رب کی مشیت کا کرشمہ ہے جو شان ''کن فیکون'' کا مالک ہے۔

اور یہ راقم سطور تو اس راز کو بھی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے کہ بیداری کی یہ لہر جامعہ ملیہ اسلامیہ اور

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے کیوں شروع ہوئی؟ اصل حقیقت تو اللہ ہی کے علم میں ہے، تاہم میرے ذہن میں تو پہلے ہی لمحے سے یہی خیال آتا رہا کہ شاید اس کی ایک بہت بڑی وجہ وہ امید بھری نظر ہے جو ایک مردِ مؤمن کی ان دونوں اداروں پر پڑی تھی، میری مراد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد، رشید الامۃ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تربیت یافتہ، دار العلوم دیوبند کے پہلے طالب علم اور عظیم انقلابی رہنما حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے ہے جنہیں دنیا شیخ الہند کے نام سے جانتی ہے۔ اور ابھی چند دنوں قبل جب جامعہ ملیہ کے ابناء قدیم اور نوجوان طلبہ وطالبات سے ملنے کا موقع ملا، تو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ ان کا بھی یہی خیال ہے اور وہ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ شاید حضرت شیخ الہند اور ان جیسے عظیم رہنماؤں کی امیدوں اور دعاؤں ہی کا یہ ثمرہ ہے.......

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تاریخ

جامعہ ملیہ کو تو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے قیام کا اصل مقصد ہی یہ تھا کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جہاں مسلم نوجوانوں کی اعلیٰ معیاری تعلیم وتربیت ایک ایسے جامع نظام کے تحت اور صاف ستھرے ماحول میں ہو جس سے فکری وتہذیبی غلامی سے آزاد اور قومی خدمت کے پرخلوص جذبے سے آراستہ نسل تیار ہو، اور بقول حضرت شیخ الہند وہاں ''تعلیم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور اغیار کے اثر سے بالکل آزاد ہو، کیا باعتبار عقائد وخیالات کے، اور کیا باعتبار اخلاق و اعمال کے اور کیا باعتبار اوضاع واطوار کے، ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں'' یاد رہے کہ اُس وقت علیگڑھ مسلم یونیورسٹی ہر اعتبار سے مغرب اور اہل مغرب سے مغلوب تھی، جبکہ شیخ الہند اور ان کے رفقاء جس ادارے کا خواب دیکھ رہے تھے وہ ایسا ادارہ تھا جو حکومتی اعانت اور اس کے اثرات سے بالکل پاک ہو۔ اور میں تو اس کو بھی تقدیر الٰہی کا کرشمہ ہی سمجھتا ہوں کہ اُس وقت مختلف وجوہ سے یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قیام کا اعلان علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں کیا جائے، اور اس بہانے حضرت شیخ الہند کا بھی علیگڑھ جانا ہو گیا اور شاید یہی موقع تھا کہ ان کی مؤمنانہ نگاہ نے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی

فضاؤں میں بھی انقلابی روح پھونک دی[1] ـــــ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ جو تاریخ ساز خطبہ صدارت اس موقع پر ۲۹/اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء کو منعقد ہونے والے اجلاس میں حضرت شیخ الہند نے پیش کیا تھا اس کا ایک حصہ یہاں پر پیش کروں، اسے اس طور پر پڑھیئے کہ جیسے آج روح شیخ الہند ہم کو خطاب کر رہی ہے:

''اے حضرات! آپ خوب جانتے ہیں کہ جس وادیٔ پرخار کو آپ برہنہ پا ہو کر قطع کرنا چاہتے ہیں وہ مشکلات اور تکالیف کا جنگل ہے۔ قدم قدم پر وہاں صعوبتوں کا سامنا ہے۔ طرح طرح کے بدنی، مالی اور جاہی مکروہات آپ کے دامن استقلال کو الجھانا چاہتے ہیں، لیکن حُفَّتِ الجَنَّةُ بِالمَكارِهِ کے قائل کو اگر آپ خدا کا سچا رسول مانتے ہیں (اور ضرور مانتے ہیں) تو یقین رکھیے کہ جس صحرائے پرخار میں آپ گامزن ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے راستہ پر جنت کا دروازہ بہت ہی نزدیک ہے۔ کامیابی کا آفتاب ہمیشہ مصائب و آلام کی گھٹاؤں کو پھاڑ کر نکلا ہے اور اعلیٰ تمناؤں کا چہرہ سخت سے سخت صعوبتوں کے جھرمٹ میں سے دکھائی دیا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿البقرة﴾

کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت میں جا گھسو گے اور تمھیں اس طرح کے حالات پیش نہ آئیں گے جو کہ تم سے پہلے لوگوں کو پیش آئے؟ ان کو سختیاں اور اذیتیں پہنچیں اور وہ اس قدر جھڑ جھڑائے گئے کہ پیغمبر اور اس کے ساتھ مومنین بول اٹھے کہ خدا کی مدد کہاں ہے؟ یاد رکھو کہ خدا کی مدد نزدیک ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

([1] حاشیہ: میری معلومات کے مطابق سب سے بڑی ظاہری وجہ یہ تھی کہ اُس وقت علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک تعداد ایسے طلبہ کی بھی تھی جو وہاں چھائے ہوئے غلامانہ ماحول سے غیر مطمئن تھے، اور حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء یہ چاہتے تھے کہ ایسے تمام طلبہ آزادی کے ماحول میں پروان چڑھیں، اور انقلاب برپا کرنے میں اپنا کردار ادا کریں، جیسا کہ خود حضرت شیخ الہند کے آگے آنے والے خطبے سے صاف ظاہر ہو جائے گا)

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جٰهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِينَ ﴿آل عمران﴾

کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے بدون اس کے کہ اللہ جانچ کرے تم میں سے مجاہدین اور صابرین کی؟

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے:

الٓمّٓ ۞ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۞ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ ۞ ﴿العنکبوت﴾

کیا لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ محض آمنّا کہنے پر وہ چھوڑ دیے جائیں گے؟ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی ہے۔ تو ضرور ہے کہ اللہ پرکھے گا سچے اور جھوٹے لوگوں کو۔

یہ حق تعالیٰ جل شانہ کی سنت مستمرہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی و تغیر کو راہ نہیں۔ کوئی قوم اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے راستے پر چلنے کی مدعی نہیں ہوئی جس کو امتحان و آزمائش کی کسوٹی پر نہ کسا گیا ہو۔ خدا کے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبر جن سے زیادہ خدا کا پیار کسی پر نہیں ہوسکتا، وہ بھی مستثنیٰ نہیں رہے۔ بے شک ان کو مظفر و منصور کیا گیا۔ مگر کب؟ سخت ابتلاء اور زلزالِ شدید کے بعد۔ وہ خود فرماتے ہیں:

حَتّٰى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۞ ﴿یوسف﴾

یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہوگئے اور انھوں نے خیال کیا کہ (اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انھوں نے کہی تھی اس میں) وہ سچے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔ پھر ہم نے جسے چاہا بچالیا اور ہمارا عذاب گناہگار لوگوں سے پھرا نہیں کرتا۔

پس اے فرزندانِ توحید، میں چاہتا ہوں کہ آپ انبیاء و مرسلین اور ان کے وارثوں کے راستہ پر چلیں اور جو لڑائی اس وقت شیطان کی ذریت اور خدائے قدوس کے لشکروں میں ہو رہی ہے اس میں ہمت نہ ہاریں، اور یاد رکھیں کہ شیطان کے مضبوط سے مضبوط آہنی قلعے خداوندِ قدیر کی امداد کے سامنے تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اَلَّذِينَ آمَنُوا

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿النساء﴾

(ایماندار تو خدا کے راستے میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کے راستہ میں، پس تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو۔ بلاشبہ شیطان کی فریب، کاری محض لچر پوچ ہے۔)

میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں (جس کو آپ خود مشاہدہ فرما رہے ہیں) آپ کی دعوت پر اس لیے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گم شدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا را اٹھو اور اس امتِ مرحومہ کو کفار کے زغے سے بچاؤ، ان کے دلوں پر خوف وہراس مسلط ہو جاتا ہے، خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامانِ حرب وضرب کا۔ حالانکہ ان کو تو سب سے زیادہ جاننا چاہیے تھا کہ خوف کھانے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو خدا کا غضب اور اس کا قاہرانہ انتقام ہے اور دنیا کی متاعِ قلیل خدا کی رحمتوں اور اس کے انعامات کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ اس قسم کے مضمون کی طرف حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿النساء﴾

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو یکا یک ان میں ایک فریق ڈرنے لگا آدمیوں سے، خدا کے برابر یا اس سے بھی زیادہ، اور کہنے لگا: اے ہمارے پروردگار، آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا؟ اور کیوں تھوڑی مدت ہم کو اور مہلت نہ دی؟ کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس شخص کے لیے بہتر ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اور

تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار (جس سے میری ہڈیاں پگھلی جا رہی ہیں) مدرسوں خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں (دیوبند اور علی گڑھ) کا رشتہ جوڑا۔ کچھ بعید نہیں کہ بہت سے نیک نیت بزرگ میرے اس سفر پر نکتہ چینی کریں اور مجھ کو اپنے مرحوم بزرگوں کے مسلک سے منحرف بتائیں، لیکن اہلِ نظر سمجھتے ہیں کہ جس قدر میں بظاہر علی گڑھ کی طرف آیا ہوں اس سے کہیں زیادہ علی گڑھ میری طرف آیا ہے۔

دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند ... گِلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

ساکنانِ حرمِ سرعفافِ ملکوت ... بہ امن راہ نشیں بادۂ مستانہ زدند

شکر ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد ... حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ ... چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند[1]

آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان کے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علم و فنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ ہاں، یہ بے شک کہا گیا کہ اگر انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومتِ وقتیہ کی پرستش کرنے لگیں، تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لیے جاہل رہنا ہی اچھا ہے۔ اب از راہِ نوازش آپ ہی انصاف کیجیے کہ یہ تعلیم سے روکنا تھا یا اس کے اثرِ بد سے؟ اور کیا یہ وہی بات نہیں جس کو آج

---

[1] ان اشعار کا مفہوم یہ ہے:
گذشتہ شب میں نے دیکھا کہ فرشتے میخانے میں اتر آئے اور وہاں انہوں نے آدم کی خاک گوندھی اور پیمانہ تیار کیا۔
اور حرم کے پاکیزہ و لطیف ساکنوں نے ہمارے ساتھ بیٹھ کر مستانہ وار مئے نوشی کی۔
خدا کا شکر کہ میرے اور ان کے درمیان صلح و اتفاق ہوا، اور حوروں نے اس خوشی میں رقص کرتے ہوئے شکریہ کا جام نوش کیا۔
بہتر ملتوں یا فرقوں کی جنگ سے دور رہو، انھیں چونکہ حقیقت کی دید حاصل نہیں اس لئے انہوں نے افسانے بنا لیے۔

مسٹر گاندھی اس طرح ادا کر رہے ہیں کہ: ”ان کالجوں کی اعلیٰ تعلیم بہت اچھی، صاف اور شفاف دودھ کی طرح ہے جس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا گیا ہو۔“ باری تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری قوم کے نوجوانوں کو توفیق دی ہے کہ وہ اپنے نفع وضرر کا موازنہ کریں اور دودھ میں جو زہر ملا ہوا ہے اس کو کسی بھپکے کے ذریعہ سے علیحدہ کرلیں، آج ہم وہی بھپکا نصب کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اور آپ نے مجھ سے پہلے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ بھپکا مسلم نیشنل یونیورسٹی ہے۔ مطلق تعلیم کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت اب میری قوم کو نہ رہی، کیونکہ زمانے نے خوب بتلا دیا ہے کہ تعلیم سے ہی بلند خیالی اور تدبر اور ہوش مندی کے پودے نشو ونما پاتے ہیں اور اس کی روشنی میں آدمی نجاح وفلاح کے راستے پر چل سکتا ہے۔ ہاں، ضرورت اس کی ہے کہ وہ تعلیم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور اغیار کے اثر سے بالکل آزاد ہو۔ کیا باعتبارِ عقائد وخیالات کے اور کیا باعتبارِ اخلاق واعمال کے اور کیا باعتبارِ اوضاع واطوار کے۔ (ان سب میں) ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں۔

ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں پر غلام پیدا کرتے رہیں، بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہییں بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں اور ان عظیم الشان مدارس کے جنھوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا، اس سے بیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ بغداد میں جب مدرسۂ نظامیہ کی بنیاد ایک اسلامی حکومت کے ہاتھوں رکھی گئی ہے تو اس دن علماء نے جمع ہو کر علم کا ماتم کیا تھا کہ افسوس آج سے علم حکومت کے عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لیے پڑھا جائے گا۔ بلاشبہ مسلمانوں کی درس گاہوں میں جہاں علومِ عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو، اگر طلبہ اپنے اصول وفروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کردیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنے ہم قوموں کی قیمت نہایت ادنیٰ درجہ پر رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درس گاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے۔ اس لیے اعلان کیا گیا ہے کہ ایک آزاد یونیورسٹی کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علیحدہ اور جس کا تمام تر نظامِ عمل اسلامی اور قومی محسوسات پر مبنی ہو۔ مجھے ان لیڈروں سے زیادہ ان نونہالانِ وطن کی ہمت بلند پر آفرین اور شاباش کہنا چاہیے جنھوں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لیے اپنی ہزاروں امیدوں پر پانی پھیر دیا اور باوجود ہر قسم کے طمع اور خوف

کے وہ موالات نصاریٰ کے ترک پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے اور اپنی عزیز زندگیوں کو ملت اور قوم کے نام پر وقف کر دیا۔ شاید ترک موالات کے ذکر پر آپ اس مسئلہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہو جائیں اور ان عامۃ الورود سوالات اور شبہات کے دلدل میں پھنسنے لگیں جو اس بہت ہی اہم و اعظم مسئلے کے متعلق آج کل عموماً زبان زد ہیں، اس لیے میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ آپ تھوڑا سا وقت مجھ کو اس تحریر کے سنانے کے لیے عنایت فرمائیں جو میں نے بعض مسائل دریافت کیے جانے پر دیوبند سے تیار کر کے بھیجی تھی۔
(یہاں تحریکِ ترکِ موالات سے متعلق حضرت شیخ الہند کا مشہور فتویٰ سنایا گیا جس کی تائید بعد میں پانچ سو علما نے فرمائی تھی۔)........

مجھے احساس ہے کہ اقتباس طویل ہو گیا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہماری موجودہ نسل کے زیادہ سے زیادہ افراد خصوصاً ہمارے نوجوان طلبہ و طالبات تک ضرور ایک عظیم ترین انقلابی رہنما کا یہ پیغام پہونچ جائے۔ ع

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

کیا عجب ہے کہ علیگڑھ اور جامعہ کے عظیم بانیوں کے عزم و حوصلے اور اس مردِ مؤمن کی نگاہ کی برکت سے آنے والے دنوں میں ہمارے ان دونوں اداروں سے ملت کو وہ نئی قیادت اور وہ ''سپاہ تازہ'' مل جائے جس کی شدید ضرورت ہر طرف محسوس کی جا رہی ہے!!

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

تحریک خلافت سے لے کر جدو جہد آزادی تک مسلمانان ہند کی قیادت جن لوگوں کے ہاتھوں میں تھی، ان کی اکثریت کا حال یہ تھا کہ وہ ہر مسئلے پر غور کرنے کے لئے قرآن وسنت اور علماء سلف کی آراء کی طرف رجوع کرتے تھے، اور ان کی امکانی کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہ جو موقف بھی اختیار کریں، دین وشریعت کی ہدایت کے مطابق ہی کریں، اب افسوس یہ ہے کہ صورت حال بالکل بدل چکی ہے، ملی جماعتوں میں یہ رواج بالکل مٹ چکا ہے اور شاید ہی کبھی کوئی اس کی جرأت کرتا ہو کہ

وہ زیر بحث مسئلے کے بارے میں کتاب وسنت کی رہنمائی کا حوالہ دے اور ان کی طرف رجوع پر زور دینے کی ہمت کر سکے، اور یقیناً یہی ہماری موجودہ حالت زار کا ایک اہم سبب ہے۔[1]

شیخ الہند کے مذکورہ بالا خطاب کے آخری حصے میں ترک موالات کا ذکر آیا ہے، موجودہ نسل کے بہت کم لوگ ہوں گے جو تحریک ترک موالات سے واقف ہوں گے اور چونکہ میرے خیال میں موجودہ حالات کا تقاضہ ہے کہ ہم ترک موالات اور سول نافرمانی کا وہی موقف اپنی حکومت وقت کے ساتھ اختیار کریں جو ہمارے عظیم رہنماؤں نے برطانوی سامراج کے تئیں اختیار کیا تھا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ان ہی معروضات کے ضمن میں اس تحریک ترک موالات کا بھی کچھ تذکرہ آجائے۔

---

[1] ہمارے ان بزرگوں کے طرز عمل کے اثرات سمجھنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی زبانی اس دور کا ایک منظر آپ کو سنا دیا جائے، انھوں نے اپنی طالب علمی کے دور کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”خلافت کی تحریک اور آزادیٔ ہند کی تحریک دونوں ساتھ چل رہی تھیں، قیادت بھی دونوں کی مشترک تھی، مولانا محمد علی، شوکت علی جس طرح تحریک خلافت کے قائد وعلمبردار تھے اسی طرح تحریک آزادی کے بھی، اور گاندھی جی جس طرح تحریک آزادیٔ ہند کے لیڈر تھے اسی طرح تحریک خلافت کے بھی...... ”اللہ اکبر“ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترک نعرہ تھا۔ حد یہ تھی کہ بہت سے ہندو لیڈر جس طرح آزادیٔ ہند کے موضوع پر تقریر کرتے تھے اسی طرح خلافت کے مسئلہ پر بھی (جو مسلمانوں کا خالص مذہبی مسئلہ تھا) بالکل مسلمانوں کے انداز میں (بلکہ ایک حد تک مولویانہ انداز میں) تقریریں کرتے تھے۔ ہمارے ضلع مراد آباد میں میرے وطن سنبھل سے بالکل قریب ایک چھوٹا سا قصبہ سرسیؔ ہے وہاں کے ماسٹر چندولال (جنھوں نے تحریک ہی کی وجہ سے اسکول کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تھا) بڑے اچھے مقرر تھے، ان کی تقریروں میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد: أَخْرِجُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ (...... مطلب یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے باہر کر دیا جائے) بالکل صحیح الفاظ میں اور صحیح اعراب کے ساتھ ان کی زبان سے بار بار سننا اچھی طرح یاد ہے۔ الغرض اس وقت ہندوستان میں انگریزی حکومت کے خلاف جو تحریک مشترکہ طور پر چل رہی تھی، اس پر اسلامی رنگ ایسا غالب تھا جس کا وہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے جنھوں نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔“

(مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگذشت...... ص ۱۳۔۱۴)

ترک موالات

آج سے تقریباً سو سال پہلے مجلس خلافت نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ حکومت وقت کے ساتھ عدم تعاون اور ترک موالات کا رویہ اختیار کرنا ہر مسلمان کے ذمے لازم ہے، اس وقت مجلس خلافت کی طرف سے علماء ہند کے نام ایک استفتاء بھیجا گیا تھا جو حسب ذیل تھا:

''کیا فرماتے ہیں علماء دین ومذہب:

(۱) حالات حاضرہ میں ترک موالات من النصاریٰ شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) صورت موجودہ میں ملک ہنود کی ہمدردی مسلمانوں کے ساتھ اور ان کا مرکزی مجلس خلافت کی تجویز ترک موالات کو مفید اور کامیاب بنانے میں مدد دینا اور مسلمانوں کا ان کی ہمدردی ومدد سے مستفید ہونا، عند الشرع کیا حکم رکھتا ہے؟

(۳) ترک موالات کی تجویز عام کی دفعہ خصوصی؛ ''مالی لین دین بند کر دینا'' اور اسی ضمن میں:

الف: مدارس قومیہ سے اس کا اجراء ونفاذ ضروری ہے یا نہیں؟

ب: طلبائے مدارس قومیہ کا اراکین مدارس سے ایسا مطالبہ کہ وہ ہر ایسی مدد جو تجویز ترک موالات کے خلاف ہے فوراً حاصل کرنا بند کر دیں، صحیح ہے یا نہیں؟

ج: ایسا کرنے میں عاقل وبالغ طلبہ اپنے والدین کی اجازت کے محتاج ہیں یا نہیں؟''

اس استفتاء کے جواب میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی اور ملک بھر کے مختلف علاقوں اور مسالک کے اصحاب افتاء نے فتاویٰ لکھے تھے، ذیل میں حضرت شیخ الہند اور چند مشاہیر اہل علم کے فتووں کے کچھ اہم اقتباسات ملاحظہ فرمایئے!

فتویٰ حضرت شیخ الہند

(۱)........موالات کفار کی ممانعت اور حرمت قرآن وحدیث میں مصرح ہے، اور متعدد مواقع میں موجود ہے، بالخصوص ان کے ساتھ جو تخریب اسلام میں ساعی ہو کر جگہ جگہ اسلام ومسلمین کی ہر قسم کی ایذا رسانی کا ثبوت بین دے رہے ہیں، اور استقبال میں اس سے زائد اندیشے ہیں۔

ایسے وقت میں ترک موالات کی فرضیت میں تامل کرنا کسی طرح جائز معلوم نہیں ہوتا، اور (ترک موالات کی صورت میں) جو خطرات پیش نظر ہیں ہر چند وہ بھی قابل انکار نہیں مگر ان کے اندیشے سے سب موجودہ اور آئندہ بلاؤں پر صبر وسکوت کر لینا ہر گز جائز نہیں، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے حقوق ومنافع ضروریہ کو متفق ہو کر حکام سے حاصل کرنے میں ہر گز کوتاہی نہ کریں، مسلمانوں کی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے جو کچھ نظر آرہا ہے، اب آخر تابکے۔

(۲) مصائب حاضرہ میں ہندوؤں کی ہمدردی سے فائدہ اٹھانا یا ان کے ساتھ مصالحت اور رواداری کا برتاؤ کرنا اور جو ہنود اس درد میں ہماری غمخواری کریں ان سے مبرہ اور اقساط (حسن سلوک) سے پیش آنا شرعاً درست اور جائز ہے، ہاں یہ فرض ہے کہ اس امداد میں کسی حکم شرعی میں ادنیٰ خلل اور نقصان نہ آئے، نیز جو صاحب یہ کام کریں ایسے مصالح اور مقاصد پر پوری نظر اور احتیاط رکھیں، اس جواب اور نمبر ایک کے جواب کا ثبوت اس آیت سے واضح ہے:

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۝۸ اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۹

اس آیت کا شان نزول تفاسیر سلف میں دیکھ لیا جائے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفار مکہ کی سختیوں سے تنگ آ کر ملک حبشہ کی (جو اس وقت کافر تھا) زیر حمایت رہنے کو اہون سمجھنا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ابن الدغنہ کی امان کو قبول کرنا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو طالب کی وفات پر تاسف انگیز کلمات فرما کر ان کی تائید واعانت کو یاد فرمانا، نیز بنو خزاعہ اور بعض دوسرے قبائل کا فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ ہونا، یہ اور اس قسم کی نظائر کثیرہ بھی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔

(۳) ترک موالات کے متعلق بہت سی جزئیات ہیں جو امر مسلمانوں کو نافع نظر آئے اس کا کرنا ضروری ہے، ہاں یہ امر ضروری اور مفید معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مدارس اور اپنے لڑکوں کی تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی دینی حیات اور قومی خصائل پر اس کا نظام قائم

کیا جائے، علیگڑھ کی ابتدائی حالت میں علماء متدینین نے علی العموم اس قسم کی تعلیم سے جواز سرتاپا گورنمنٹ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے روکا، مگر بدقسمتی کہ وہ رک نہ سکے، اب جب کہ اس کے ثمرات ونتائج آنکھوں سے دیکھ لیے تو قوم کو اس سے بچانا بداہتاً ایک ضروری امر ہے، طلبہ کے والدین دیکھ بھال کرا ور سمجھانے پر بھی اسی تعلیم پر زور دیں اور مذہبی تعلیم سے مانع ہوں تو طلبہ کو ضروری ہے کہ لوجہ اللہ تعلیم مذہبی اور اسلام کی خدمت گذاری کے لئے سعی کریں"

ناچیز مدیر الفرقان عرض کرتا ہے کہ اس دور کے تمام ہی اکابر علماء اور اہل فتویٰ کے فتاویٰ اس لائق ہیں کہ ان کا بغور مطالعہ کیا جائے، اور حالات حاضرہ کے مقابلے کی حکمت عملی ان کی روشنی میں طے کی جائے، فتاویٰ امارت شرعیہ کی جلد اول کتاب السیاسیات میں مرتب فتاویٰ مولانا قاضی مجاہد الاسلام علیہ الرحمہ نے سب فتاویٰ نقل کردیے ہیں، ان فتاویٰ میں فرنگی محل، سہارنپور، بدایوں، کانپور، دہلی، دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام کے علاوہ بے شمار ممتاز اہل فتویٰ کے فتاویٰ اور تصدیقات موجود ہیں۔ ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا عبد الباری فرنگی محلی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا عبد اللطیف (مظاہر العلوم) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہم۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ جن اسباب ووجوہ سے برطانوی حکومت سے ترک موالات کا فتویٰ اس دور کے علماء دے رہے تھے، ان کا تعلق اس حکومت کے ان ظالمانہ اقدامات اور کارروائیوں سے تھا جو سرزمین ہند سے ہزاروں میل دور عالم اسلام میں کی جارہی تھیں، فتووں کے اس پہلو کو بہتر طریقے پر سمجھنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتوے کا ایک اقتباس یہاں پر نقل کردیا جائے:

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر ۸ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"اس آیت میں حضرت حق نے جن کفار کی موالات سے منع فرمایا اور موالات کرنے

والوں کو ظالم قرار دیا ہے، ان کی تین حالتیں بیان کی ہیں:

اول: یہ کہ ان کے اور تمہارے درمیان مذہبی لڑائی ہوئی ہو۔

دوم: یہ کہ انہوں نے تم کو تمہارے گھروں اور شہروں سے نکال کر خانہ ویران کیا ہو۔

سوم: یہ کہ نکالنے والوں کی مدد کی ہو۔

جن کفار میں یہ تینوں باتیں موجود ہوں، ان کی موالات اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے ایک بڑے ذمہ دار شخص نے جنرل ایلنبائی کو فتح ''یروشلم'' پر مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ آپ کو اس صلیبی جنگ کے فاتح ہونے کی حیثیت سے میں مبارک باد دیتا ہوں، ظاہر ہے کہ اگر ان ذمہ داران حکومت کے دلوں میں بھی وہی (بات) ہوتی جو زبان سے کہتے تھے کہ یہ جنگ مذہبی جنگ نہیں ہے تو فتح ''بیت المقدس'' کو صلیب کی فتح کیوں کہا گیا، اور النبائی کو صلیبی جنگ کا فاتح کس وجہ سے قرار دیا۔ صرف اس واقعہ نے ہی ان کے زبانی ادعا کی حقیقت کو بے نقاب کر دیا اور ارشاد خداوندی سچا ہو گیا کہ ''يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ'' (سورہ توبہ:۸) کہ وہ صرف اپنے منہ سے (ملکی جنگ بتا کر) تم کو راضی کر دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے انکار کرتے ہیں، یعنی اس جنگ کو ملکی جنگ بتانا صرف اس لئے تھا کہ مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیاں حاصل کی جائیں، عربوں اور ہندوستانی مسلمانوں کو خلیفۃ المسلمین کی فوج سے لڑایا جائے اور خود ان کے ہاتھوں اسلامی ممالک فتح کر کے مسیحی طاقتوں کے حوالے کیے جائیں یا ان کے زیر اقتدار کر کے غلامی کا طوق مسلمانوں کی گردنوں میں ڈالا جائے، اس کے علاوہ صلح نامہ ٹرکی کی شرائط نے تمام اسلامی دنیا کو یقین دلا دیا کہ دول متحدہ نے صرف مسیحیت کے تقاضے اور اسلام کے ساتھ عداوت کی وجہ سے ایسی شرائط پر ٹرکی کو مجبور کیا جو قانون مساوات، آئین عدل و انصاف سے قطعاً کوسوں دور ہیں۔ مثلاً ٹرکی کے وہ مقامات جن پر جنگ کا کوئی اثر بھی نہیں پہنچا تھا، نہ ان کو دوران جنگ میں کسی نے فتح کیا، ٹرکی کے قبضے سے نکالنا، ''سمرنا'' یونان کو دلوانا یا قبضہ کر لینے دینا، دار السلطنت اور مرکز خلافت ''قسطنطنیہ'' پر قبضہ کر لینا، مقامات مقدسہ پر قبضہ کر لینا اور انگریزی تسلط جما کر اپنے صریح وعدے کی خلاف ورزی کرنا، ولی عہد سلطنت کو بغیر کسی جرم کے قید یا نظر بند کر دینا، ''تھریس'' یونانیوں کو دلا دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام واقعات اور حالات ہیں جن پر نظر کرتے ہوئے کسی

ادنیٰ سمجھدار کو بھی اس میں شک نہیں رہتا کہ مسلمانوں کے ساتھ مذہبی تعصب برتا گیا ہے اور صرف اس جرم پر کہ یہ خدائے قدوس کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں، ان کے ساتھ صریح ظلم کیا گیا ہے، تو اس جنگ کے نتائج نے روز روشن کی طرح اس کا مذہبی جنگ ہونا ثابت کر دیا۔

(۲) گھروں اور وطن سے نکالنا، جن مقامات پر کہ مسیحی طاقتوں نے قبضہ کیا ہے، وہاں سے ہزاروں مسلمانوں کا گھربار چھوڑ کر نکل جانا، بالخصوص مرکز خلافت "قسطنطنیہ" سے بے شمار محبان وطن کا ہجرت کر جانا، عمائد سلطنت اور شیخ الاسلام اور علماء کرام کو "مالٹا" میں جلا وطن کر دینا، اخراج عن الدیار، اخراج عن الوطن نہیں تو اور کیا ہے۔

(۳) نکالنے والوں کی مدد کرنا، "سمرنا" پر یونانیوں کا قبضہ دلانا یا قبضہ کر لینے دینا، "تھریس" پر یونانیوں کا قبضہ کرا دینا اور ہزاروں مسلمانوں کا جلا وطن ہو جانا، جماعت احرار اور محبان وطن پر ایسی سختیاں کرنا جس سے وہ ترک وطن پر مجبور ہوں، کھلی ہوئی معاونت علی الاخراج ہے۔

اور تینوں باتوں میں اگرچہ تمام دول متحدہ شریک ہیں، لیکن جیسا کہ واقعات اور اخبارات سے معلوم ہو چکا ہے ان سب میں برطانیہ ہی کی طاقت کا ہاتھ زبردست تھا اور ترکی کے ساتھ نا انصافی اور سختی کی تمام تر زیادہ تر ذمہ داری برطانیہ پر عاید ہوتی ہے، پس جب کہ حکومت برطانیہ میں یہ تینوں باتیں جن کا اس مقدس آیت میں ذکر کیا تھا، علی وجہ الکمال پائی گئیں تو خدا تعالیٰ کے اس صاف و صریح حکم کے بموجب حکومت برطانیہ کے ساتھ ترک موالات فرض اور موالات حرام ہے، حضرت حق کا یہ ارشاد کہ جو ایسے سے موالات کرے وہ ظالم ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ نہی تحریمی ہے، کیونکہ ظلم کے متعلق دوسری جگہ ارشاد ہے: أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۂ ہود: ۱۸) یعنی خبردار ہو کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔"

اب ذرا غور فرمائیے! کہ اگر وہ حضرات آج ہوتے جنہوں نے ہزاروں میل دور برطانوی حکومت کی کارروائیوں کو کفر و اسلام کی جنگ قرار دیتے ہوئے حکومت کی نافرمانی اور ترک موالات کو ضروری قرار دیا تھا تو وہ ہمارے ملک کی موجودہ حکومت کے پے در پے اقدامات اور کارروائیوں کو کس نظر سے دیکھتے، اور کیا مذمتی قراردادوں اور مطالبوں پر اکتفاء کرتے؟؟؟

ہمیں اعتراف کرنا چاہئے کہ ہم کتاب وسنت اور اپنے اکابر و اسلاف کے راستے سے بہت

دور ہو گئے ہیں، اور ہمیں حکمت و دانائی کے ساتھ اسی راستے کی طرف واپس آنے کا عزم مصمم کرنا چاہئے، اور اپنی قوم بالخصوص ہمارے طلبہ و طالبات کے اندر اچانک جو حوصلہ جاگ اٹھا ہے اسے ایک اشارہ غیبی سمجھنا چاہئے، اگر قسطنطنیہ، سمرنا اور تھریس وغیرہ مختلف مقامات سے ہزاروں مسلمانوں کو جلاوطن کر دینا مسلمانان ہند پر لازم کر دیتا تھا کہ وہ برطانیہ کی حکومت سے ترک موالات کریں تو اب جو سلوک مسلمانان ہند کے ساتھ خود حکومت ہند کر رہی ہے اور کروروں کی تعداد میں ان کو شہریت اور بنیادی حقوق سے محروم کر کے ڈٹینشن کیمپوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور سسک سسک کر مرنے پر، یا ان سے ان کا ایمان چھین کر انھیں کفر قبول کرنے پر، مجبور کرنے کی تیاری کر رہی ہے تو کیا اب مسلمانان ہند پر لازم نہیں ہوگا کہ وہ علی الاعلان اپنی حکومت سے ترک موالات کا فیصلہ کریں، یا کم سے کم تینوں قوانین؛ NRC, CAA اور NPR کے مکمل بائیکاٹ کا رویہ اختیار کریں؟؟؟

مذکورہ تینوں قوانین صرف مسلمانوں کے خلاف نہیں ہیں.......

وہ تینوں قوانین جن کی مخالفت میں اس وقت ہمارے ملک میں ایک زبردست احتجاجی لہر چل رہی ہے، اس کے سلسلے میں ایک بہت اہم قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اس کا نشانہ صرف مسلمان نہیں ہیں، بلکہ مسلمانوں کے علاوہ ملک کی تقریباً ۷۰ فیصد آبادی بھی اس کی زد میں آنے والی ہے، ہمارے ملک کی اکثر آبادی آج بھی دیہاتوں میں رہتی ہے، اور ان آدیواسیوں اور دیگر پسماندہ طبقات پر مشتمل ہے، جن کے پاس یقیناً مطلوبہ کاغذات موجود نہیں ہوں گے، اور ان نئے قوانین کی رو سے صرف اسی صورت میں ان کو شہریت مل سکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان سے، وہاں ہونے والے مظالم سے تنگ آکر آنے والا پناہ گزیں تسلیم کریں، اور اس صورت میں بھی انھیں کئی بنیادی حقوق سے محروم رکھا جائے گا۔ ان پسماندہ طبقات کے تعلق سے ایک اور پہلو بھی بہت اہمیت کا حامل ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے درمیان چلنے والی مختلف تحریکوں کی جد و جہد سے ان میں یہ واقفیت عام ہو رہی ہے کہ وہ ہندو نہیں تھے، لیکن انہیں ملک میں ہندوؤں کی مصنوعی اکثریت بنانے کے مقصد سے، سیاسی طور پر ہندو بنا لیا گیا، جبکہ اونچے طبقات کے ہندو انھیں آج بھی بہت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، جس

کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ملک کے صدر جمہوریہ کو جو نہایت پسماندہ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، ایک مندر میں داخلے سے نہ صرف یہ کہ روک دیا گیا بلکہ نہایت اہانت آمیز طریقہ پر ان کو واپس جانے پر مجبور کردیا گیا۔ لہذا یہ سمجھنا غلط نہیں ہوگا کہ ان تینوں قوانین کا ایک بہت اہم مقصد ان پسماندہ طبقات کے کروروں افراد کو اپنی شہریت برقرار رکھنے یا حاصل کرنے کے مقصد سے سرکاری کاغذات میں اپنی ہندو شناخت درج کرانے پر مجبور کرنا بھی ہے۔ (اگرچہ جیسا کہ ابھی اشارہ کیا گیا، اس کے باوجود بھی انہیں کئی بنیادی حقوق سے محروم کر کے منوسمرتی کے قوانین کے مطابق غلام بنا کر ہی رکھا جائے گا) اور اس پہلو کا تقاضہ ہے کہ ہر ہر علاقے کے مسلمان، علماء اور باشعور حضرات دوسرے ہم خیال برادران وطن کو ساتھ لے کر ان پسماندہ طبقات کے ایک ایک فرد سے ملاقات کر کے، ان کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کریں کہ یہ قوانین اور حکومت کے حالیہ اقدامات کی زد صرف مسلمانوں پر نہیں پڑنے والی ہے، بلکہ آپ کے سماج کا ایک ایک فرد بھی بُری طرح اس کی زد میں آنے والا ہے، اس کا پختہ ثبوت یہ ہے کہ آسام میں NRC کے بعد جن انیس لاکھ لوگوں کو شہری تسلیم نہیں کیا گیا اور جو اس وقت سخت تکلیف میں آچکے ہیں، ان میں اگر ساڑھے چار لاکھ مسلمان ہیں تو ساڑھے چودہ لاکھ پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم ہیں، اور برہمنیت کی حقیقت کو جاننے والے لوگ بخوبی واقف ہیں کہ پسماندہ طبقات کو ریزرویشن کی وجہ سے جو تعلیمی اور معاشی ترقی ملی ہے، جس کی وجہ سے ان میں صدیوں سے پیوست غلامانہ احساس کمتری تیزی سے ختم ہورہا ہے، اور وہ برہمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے لگے ہیں، یہ سب برہمن کو ایک آنکھ نہیں بھاتا، اور برہمنی قیادت بہت جلد پسماندہ طبقات کو ان حقوق سے محروم کر کے غلامی کے سابقہ دور میں جلد از جلد واپس ڈھکیل دینے کے لئے بے چین ہے۔

پس اُن تمام لوگوں سے جو مذکورہ بالا قوانین کے خلاف احتجاجی مہم چلا رہے ہیں، خاص طور پر یہ گذارش ہے کہ وہ پسماندہ طبقات کے قائدین اور باشعور لوگوں کو ضرور شریک کریں اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے علاوہ گاؤں گاؤں بلکہ گھر گھر جا کر پسماندہ طبقات کے لوگوں کو بھی آگاہ کرنے کا

کام جنگی پیمانے پر کریں، کہ وقت کم ہے اور کام بہت۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ مشیت الٰہی کے پوشیدہ ہاتھ نے حکومت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں سے ایسے اندھے اور ظالمانہ قوانین بنوا کر اور اس کے رد عمل میں پورے ملک کے طول و عرض میں مخالفت و احتجاج کی شدید لہر چلا کر مسلمانوں اور دیگر تمام طبقات کو اس کا موقع فراہم کر دیا ہے کہ وہ ملک کو ہمیشہ کے لئے ان ظالموں سے چھٹکارہ دلوا دیں، اور ملک اور باشندگان ملک کو اس منزل سے قریب تر کر دیں، جو اس کی قسمت میں قسام ازل نے لکھ رکھی ہے، اور جس کا تذکرہ اس مضمون کے شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

خدارا! اس بات کو سمجھئے کہ ہمارے لطیف و خبیر رب نے ایک بہت زریں موقع ہمیں آپ کو عنایت فرما دیا ہے، اگر ہم نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، زیادہ سے زیادہ برادران وطن سے پر خلوص رابطے بڑھائے اور انھیں ہماری خیر خواہی اور بے لوث محبت و احترام کا یقین ہو گیا تو دعوت و ہدایت کے وہ دروازے بھی کھل جائیں گے جن کا عام حالات میں تصور کرنا بھی مشکل ہے، اور جن کا تذکرہ مضمون کے شروع میں کیا گیا تھا۔ قوموں کی تاریخ گواہ ہے کہ بڑی تبدیلیاں مواقع سے فائدہ اٹھانے ہی کے نتیجے میں وجود میں آتی ہیں، کاش کہ ہمیں ان چیلنجز کو موقع (opportunity) میں بدل دینے کا فن آجائے۔

آپ کا یہ کمزور و ناتواں بھائی گذشتہ تین دہائیوں سے یہ آواز لگا رہا ہے، اور ٹوٹی پھوٹی کوششیں بھی کر رہا ہے۔ خدارا! اب تو سنجیدگی سے اس فقیر بے نوا کی صدا کو سنئیے اور عملی جد و جہد کے لئے میدان عمل میں اتریے۔

بارالٰہا! ہمیں ہمت حوصلہ و استقامت عطا فرما، صبر و تقوی اور حکمت و دانائی سے بھی ہمیں آراستہ فرما اور کفر و ظلم کے علمبرداروں کے مقابلے میں ہماری نصرت اور رہبری فرما۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

❁❁❁

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی

ترتیب و پیشکش: محمد سجود العزیز قاسمی

برادران وطن کے ساتھ تعلقات قرآن مجید کی روشنی میں

[مؤرخہ ۲۹/ دسمبر ۲۰۱۹ء کو خانقاہ نعمانیہ نیرل کی ماہانہ مجلس میں حضرت مدیر الفرقان مدظلہ نے اس اہم ترین موضوع کا انتخاب فرمایا جو واقعتاً اس وقت توجہ طلب بنا ہوا ہے، اور موجودہ حالات میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ دنوں میں قدم قدم پر امت کو اس جانب رہنمائی کی ضرورت ہوگی، اس لئے اس خطاب کو مرتب کر کے قارئین الفرقان کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، خصوصاً علماء کرام سے بغور مطالعہ کی گذارش کے ساتھ —— سجود]

خطبہ مسنونہ کے بعد

موضوع گفتگو

اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ زندگی کے ہر مسئلہ میں انتہائی معتدل رہنمائی کرتی ہے، قرآن کی کسی رہنمائی میں دائیں اور بائیں جھکاؤ نہیں ہوتا، قرآن صراط مستقیم کی طرف رہنمائی لے کر آیا ہے۔ زندگی کے مسائل وسوالات میں سے ایک بہت اہم سوال یہ ہے کہ اگر کسی ملک وسماج میں ایمان والے بھی رہتے ہوں اور دوسرے مذہبوں، دھرموں اور سماجوں والے بھی رہتے ہوں تو ان کا آپسی تعلق کیسا ہونا چاہئے؟ ویسے تو یہ سوال عام حالات میں بھی بہت توجہ طلب ہے اور اس کے سیکھنے کی ضرورت ہے لیکن موجودہ حالات میں اس کی

اہمیت وضرورت کئی گنا بڑھ جاتی ہے، اور وہ مسلمان بہت ناسمجھ ہیں جو ناخن کاٹنے کا طریقہ تو سیکھتے ہیں، لیکن زندگی کے اتنے بڑے اور اجتماعی مسئلہ کو نہیں سیکھتے، قرآن مجید نے اس سوال کا جواب دینے کے لئے ایک مکمل سورہ اتاری ہے، ویسے تو اس سوال کا جواب قرآن مجید میں اور بھی جگہوں پر ہے، لیکن سورۃ الممتحنہ خاص طور پر اسی سوال کا جواب لے کر آئی ہے، آج کی مجلس میں اللہ تعالیٰ آسان فرمائے کہ میں سورۂ ممتحنہ کا خلاصہ اس طور پر پیش کروں کہ اس سوال کا جواب واضح طور پر ہمارے سامنے آجائے، کوئی شک شبہ یا افراط وتفریط برادران وطن کے ساتھ تعلقات میں نہ رہے، اور وہ معتدل طریقہ اور منصفانہ طرز عمل جس کی طرف رہنمائی برادران وطن کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں قرآن نے کی ہے واضح ہوجائے، اور اپنے طرز عمل کو اس کے سانچے میں ڈھالنے کی ہم سب کو توفیق ملے۔

سورۃ الممتحنہ کے ذریعہ ملنے والے رہنمایانہ اصول

سب سے پہلے تو اس بات کو سمجھ لیجئے کہ سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کی دو واضح تقسیمیں بیان کی ہیں۔ میں غیر مسلموں کی ان دونوں قسموں کے بارے میں اس سورہ کی آیات پڑھ کر تشریح کروں گا، سورہ کی آیت نمبر ۸ سے میں تشریح کا سلسلہ شروع کرتا ہوں، ارشاد ہوا ہے:

پہلی قسم

"لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧"

جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے، ان پر احسانات کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنے سے تمہیں اللہ نہیں روکتا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

قرآن مجید کے الفاظ بہت صاف ہیں، وہ لوگ جو تم سے تمہارا دین چھیننا نہیں چاہتے، تمہارا

ایمان چھیننا نہیں چاہتے، اور تم پر اس سلسلہ میں کوئی دباؤ نہیں ڈالتے، جنگ نہیں چھیڑتے، تمہیں اپنے وطن اور اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور نہیں کرتے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے ہم تم کو کبھی منع نہیں کریں گے، خوب احسان کرو ان پر! اچھے سے اچھا سلوک کرو۔

دوسری قسم

"اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ⑨"

اللہ تو تمہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ تم ان سے دوستی رکھو جن لوگوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملے میں لڑائی لڑی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے، اور تمہیں نکالنے میں تعاون دیا ہے، اور جو لوگ ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے دوستیاں رکھنے، محبتیں کرنے اور ان کے وفادار بننے سے صاف صاف منع کرتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں، جو تم سے تمہارے دین اور ایمان کے سلسلہ میں لڑائی چھیڑے ہوئے ہیں، تم کو تمہارے ایمان سے محروم کرنا چاہتے ہیں، اور دین کی وجہ سے تم کو تمہارے وطنوں سے نکال رہے ہیں "وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ" اور نکالنے والوں کی مدد کر رہے ہیں "وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ" واہ رے قرآن! قرآن مجید نے تو ایسا لگتا ہے جیسے آج کے حالات کو بیان کیا ہے، قرآن نے سب کو ایک ہی کیٹیگری میں بیان نہیں کیا، کچھ کے بارے میں الفاظ تھے "الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ" (وہ لوگ جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے لڑائی کی) کچھ کے بارے میں فرمایا "وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ" (وہ لوگ جنہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا) کچھ کو کہا کہ "وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ" (وہ لوگ جنہوں نے گھروں سے نکالنے میں تعاون کیا)۔ کیا ہم اب اتنے سمجھدار بھی نہیں رہ گئے اور کیا ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ "الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ" کون ہیں؟ اب تو کپڑے اتر چکے ہیں، اب تو نقابیں نوچ کر پھینک دی گئی ہیں، کیا انہیں اب بھی نہیں پہچانتے!؟ اور کیا ابھی بھی نہیں معلوم کہ "وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ" کون لوگ ہیں؟ اور کون ہیں

وہ جو "وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ" ہیں!!!؟ اللہ تعالیٰ صاف لفظوں میں تم کو اس سے منع کرتا ہے کہ تمہارے دل ان سے ملیں اور تم ان کے دوست بن جاؤ اور پھر فرمایا کہ جو لوگ اس قسم کے لوگوں سے دوستانہ تعلقات رکھیں یہی ظالم لوگ ہیں۔ آپ غور تو کیجئے کہ اگر یہ لوگ ظالم ہیں تو جن کے یہ وفادار ہیں وہ کون ہیں؟؟؟

قرآن مجید کا بہترین انداز تربیت

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لیا کرو، اللہ ان کے ایمان سے خوب واقف ہے، پس اگر تم انہیں مسلمان سمجھ لو تو انھیں کافروں کی طرف واپس مت کرو، وہ عورتیں ان (کافروں) کے لئے نہ حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں، اور ان کافروں کو وہ ادا کر دو جو انہوں نے (بطور مہر) خرچ کیا ہے، اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں، جب کہ تم ان کے مہر ان کے حوالے کر دو اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو مت باقی رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے وہ ان (کافروں) سے طلب کر لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہے وہ تم سے مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ بڑا علم والا ہے، بڑا حکمت والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تربیت کی ہے، فرمایا: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے مدینے آئیں تو پہلے تو تم ذرا جانچ پڑتال کر لیا کرو کہ

واقعی وہ سچے دل سے ایمان لائی ہیں یا کسی اور ارادے سے آئی ہیں۔ وہ سچی ایمان والی ہیں یا نہیں؟ اللہ جانتا ہے، اللہ کو تمہاری جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اللہ تم کو مختلف حالات سے نپٹنا سکھانا چاہتا ہے، اس لئے اللہ اس بارے میں تمہیں اپنا غیبی علم نہیں بتائے گا، کیونکہ اے محمد! تمہارے پاس تو وحی آرہی ہے، لیکن قیامت تک آنے والے تمہارے امتیوں کے پاس وحی نہیں آئے گی، وہ مختلف قسم کے حالات سے کیسے نپٹیں گے؟ اس کا سلیقہ سکھانے کے لئے میں تم کو ہدایت دیتا ہوں کہ تم ان کی جانچ پڑتال کرلینا، اور اگر تم دیکھو کہ ہجرت کر کے آنے والی میری یہ بندیاں اور یہ عورتیں واقعی ایمان والی ہیں تو تم انہیں کافروں کو واپس مت کرنا۔

اس آیت کا خاص پس منظر یہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک معاہدہ ہوا تھا، اور اس معاہدے کی ایک دفعہ یہ تھی کہ اگر مکے سے کوئی ایمان والا ہجرت کر کے مدینہ آئے گا تو مدینہ میں اس کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہوگی، اس کو مکہ واپس جانا پڑے گا، مگر اس میں یہ نہیں لکھا تھا کہ مرد آئیں یا عورتیں سب کو واپس کرنا پڑے گا، اب جب اللہ کی بندیوں نے ہمت کرنی شروع کی —— اور یہ موقع ٹھہر کر سوچنے کا ہے کہ کیسی تربیت ہوتی تھی، اور ایمان کی کیا تاثیر ہوتی تھی کہ اس وقت کی عورتوں میں یہ حوصلہ ہوتا تھا کہ وہ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے گھر والوں سے چھپ چھپا کر مدینہ منورہ آنے کی ہمت کر لیتی تھیں —— تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سوال کھڑا ہوا کہ اب ان کے ساتھ مجھے کیا معاملہ کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان مستورات اور ان بیٹیوں کے لئے بڑی فکرمندی ہوئی کہ اگر ان کو بھی بھیجنا پڑ گیا تو ان پر تو واپس جا کر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے، اس لئے آپ اللہ کی طرف بہت متوجہ ہوئے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے، اللہ نے اس فکرمندی کو قبول کر کے یہ واضح ہدایت اتاری کہ جانچ پڑتال کے بعد اگر تمہیں ان کی سچائی کا یقین ہو جائے تو ان کو واپس مت کرو! ان عورتوں کی قدر افزائی کی انتہاء دیکھئے کہ اس سورہ کا نام ہی ''ممتحنہ'' رکھ دیا گیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ چونکہ یہ عورتیں ایمان لا چکیں اور ان کا ایمان اتنا سچا اور پکا ہے کہ اس کے لئے انہوں نے بڑے خطرے مول لئے، بہت حوصلے کے ساتھ اپنے شوہروں کو چھوڑ کر یہ اکیلے چھپ چھپا کر، بھاگ کر مدینہ آگئی ہیں، اس

لئے اب وہ شوہر ان کے اوپر حرام ہیں اور اب یہ اپنے شوہروں کے لئے حلال نہیں رہیں۔ اسلام اور قرآن کا انصاف عجیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے شوہر اپنی بیویوں کو مہر کے طور پر اگر کچھ رقم دے چکے ہوں تو اے مدینے کے ایمان والو! اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ وہ مہر کی رقم ان کے شوہروں کو واپس کردی جائے۔ اور اب چونکہ وہ بے شوہر ہو چکی ہیں، انہیں ضرورت ہے ایک گھر کی، انہیں ضرورت ہے حفاظت کرنے والے مرد کی، چنانچہ اگر تم ان عورتوں سے نکاح کرلو تو ہماری طرف سے کوئی حرج نہیں ہے، ہماری طرف سے اس کی اجازت ہے، بس شرط یہ ہے کہ تم کو ان کا مہر ادا کرنا ہوگا، ان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی غلطی مت کرنا۔ اور اگر معاملہ الٹا ہو کہ تم ایمان والے ہوگئے ہو، اور تمہاری بیویاں ابھی تک اپنے پرانے طریقے پر چل رہی ہیں تو ان کو اپنے نکاح میں مت رکھو، اور تم نے مہر کی صورت میں ان پر جو بھی خرچ کیا تھا، تمہیں اجازت ہے کہ تم ان سے اس کا مطالبہ کرو، اور اگر مہاجر عورتوں کے (غیر مسلم) شوہروں نے خرچ کیا ہے تو وہ مطالبہ کرسکتے ہیں، فریقین کو ایک دوسرے کے ساتھ پوری طرح انصاف کا معاملہ کرنا چاہئے۔ یہ اللہ کا حکم اور فیصلہ ہے، اور اللہ خوب جانتا ہے، بڑی حکمت والا ہے، اس کا فیصلہ سب کے لئے مناسب ترین اور حکمت و جانکاری پر مبنی ہوتا ہے۔

آگے ایک آیت کے بعد ارشاد فرمایا:

”یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾“

اے نبی جب آپ کے پاس ایمان والی اور مسلمان عورتیں بیعت ہونے کے لئے آئیں، تو خاص طور پر آپ ان باتوں پر بھی ان سے بیعت لیا کریں، سب سے پہلے تو اس بات پر بیعت لیں کہ کسی چیز کو اللہ کی ربوبیت و الوہیت میں شریک نہیں کریں گی، کبھی شرک نہیں کریں گی اور ان چند

گناہوں سے باز رہنے پر خاص طور پر بیعت لیا کریں کہ چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، —— نہ پیدا ہونے کے بعد نہ پیدا ہونے سے پہلے۔ اولاد کے قتل کی بہت سی ماڈرن شکلیں نکل آئی ہیں میں ان کی طرف اشارہ کر رہا ہوں —— اور نہ ایسا کوئی بہتان باندھیں گی جو انہوں نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان کھڑا کر لیا ہو، اور نہ کسی بھلے اور مشروع کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، یعنی اے محمد! آپ کے ہر حکم کو قبول کریں گی، اور آپ کی ہر بات مانیں گی۔ ان سب باتوں پر آپ ان کو بیعت کیا کریں، اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا مانگا کریں، بیشک اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

غیر مسلموں کی پہلی قسم کے متعلق موجودہ دور میں قرآنی رہنمائی

اس سورۃ میں غیر مسلموں کی جن دو قسموں کی طرف اشارہ ہوا ہے، ظاہر ہیکہ وہ ہمارے دور میں بھی موجود ہیں، پہلی قسم میں عام برادران وطن آتے ہیں، ہمارے پڑوسی، ہمارے محلے میں رہنے والے عام لوگ، ہمارے شہروں اور قصبوں میں رہنے والے ہزاروں غیر مسلم؛ قرآن اس پر زور دیتا ہے کہ تمہارا ان کے ساتھ رشتہ احسان وحسن سلوک اور ان کی خدمت کا ہونا چاہئے، تم الگ تھلگ بن کر مت رہنا، تم بے تعلق بن کے رہنے کی غلطی مت کرنا، اس کا نقصان تم کو دنیا سے آخرت تک پہونچے گا، تم ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھو، ان کی خدمت کرو، دیکھ بھال کرو، احسان کرو ان پر جو تمہارے دشمن نہیں ہیں، اور یقینا دنیا میں غیر مسلموں کی غالب اکثریت آج بھی ایسی ہی ہے، آج جبکہ نفرت کا دور ہے، نفرت پھیلانے کا دور ہے، تحریکیں چل رہی ہیں، سیاسی پارٹیاں ایسی بن گئیں جن کا ایجنڈا ہی نفرت ہے، اتنی محنت وکوشش کے باوجود ہمارے ملک سے لے کر پورے عالم تک غیر مسلم بھائیوں اور بہنوں کی غالب اکثریت؛ چاہے وہ ہندو ہوں، چاہے سکھ ہوں، چاہے عیسائی ہوں، چاہے وہ اس طبقے سے تعلق رکھتے ہوں جس کو ہزاروں سال سے غلام بنا کر اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا گیا، چاہے وہ پڑھے لکھے ہوں یا بالکل سادہ کسان ومزدور ہوں، سب اسی کیٹیگری میں

آتے ہیں جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں کیا ہے "لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ " یہی کیٹیگری ہے ان لوگوں کی جو تم سے نہیں لڑتے، جو تم کو تمہارے گھروں اور بستیوں سے نکالنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

میں تو اس سے آگے بڑھکر کہتا ہوں کہ دور نبوت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اُس سماج کے اندر چھپے ہوئے ہیرا صفت انسانوں کو سامنے لا کھڑا کیا تھا کہ جو مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ غیر مسلم تھے، وہ اپنے باپ داداؤں کی آستھاؤں اور عقیدوں پر قائم تھے، لیکن تھے وہ شریف انسان، تھے وہ انصاف پسند، تھے وہ ظلم سے نفرت اور مظلوموں کی مدد وحمایت کرنے والے، اُس دور میں ایسے کئی لوگ کھڑے ہوگئے تھے۔ یہی ہمارے دور میں بھی ہورہا ہے، جب بھی دور بدلتا ہے —— اور یہ بات میں بار بار کہنے کی کوشش کررہا ہوں کہ ہم اس وقت دور کی تبدیلی کے دروازے پر کھڑے ہیں —— تو سماج میں چھپے ہوئے ایسے شریف انسان، انصاف پسند لوگ، مظلوموں کا دفاع کرنے والے لوگ، ظالموں کے سامنے ایک دیوار بن کر کھڑے ہونے والے غیر مسلم بڑی تعداد میں نکل کر سامنے آتے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ تنہا اللہ کے حکم سے ہورہا ہے کہ پورے سماج کے اندر ہزراوں نہیں لاکھوں کی تعداد میں وہ غیر مسلم، وہ ہندو، وہ سکھ، وہ عیسائی، وہ کمیونسٹ واتھیسٹ اور وہ ملحد لوگ جو خدا کو نہیں مانتے، جو کسی مذہب کو نہیں مانتے، نکل نکل کر سامنے آرہے ہیں، وہ ان ظالموں کے خلاف آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے ہیں، اور مظلوم مسلمانوں یا دیگر مظلوم طبقات کی مدد کے لئے کھل کر سڑکوں پر آگئے ہیں، ایسے لوگ بہت زیادہ قابل قدر ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کا دوگنا حق ہوتا ہے، ایک تو وہ لوگ ہیں جو نہ ظالم کا ساتھ دے رہے ہیں نہ مظلوم کا ساتھ دے رہے ہیں وہ بھی بہت غنیمت ہیں کہ وہ ظالم کا ساتھ نہیں دے رہے اور ایسے کروروں لوگ ہوتے ہیں، لیکن ایسے بھی چند ہوتے ہیں، اور پہلے چند یا چند سو ہوتے ہوں گے اب تو چند ہزار و چند لاکھ نکل کر آرہے ہیں، اور پوری دنیا میں نکل کر آرہے ہیں، جو پوری طاقت کے ساتھ مظلوموں کے لیے لڑ رہے ہیں، لیکن میں کیا کہوں کہ ہم اللہ کی طرف سے بار بار دیے ہوئے ان مواقع سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں، ہم آگے بڑھ کر ان انصاف پسندوں کو

encourage نہیں کر رہے ہیں، ان کی ہمت افزائی نہیں کر رہے ہیں، ان کا شکریہ ادا نہیں کر رہے ہیں، ان سے رابطے نہیں بڑھا رہے ہیں، ان کے لئے غائبانہ دعاؤں کا اہتمام نہیں کر رہے ہیں کہ اے اللہ جو لوگ گولیاں بھی کھا رہے ہیں لاٹھیاں بھی کھا رہے ہیں، حالانکہ ان میں سے بہت سے لوگ مسلمان بھی نہیں ہیں، مگر وہ مظلوم مسلمانوں اور دوسرے مظلوموں کی مدد کے لئے نکل کر آئے ہیں، اللہ! ہم تو ان کو کچھ نہیں دے پا رہے ہیں آپ اپنے خزانے کا سب سے قیمتی تحفہ ان کو عطا کر دیجئے!! ہم کو تو دعا بھی کرنے کی توفیق نہیں ہو رہی ہے شکریہ کیا ادا کریں گے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" جو نظر آنے والے محسنوں کے احسانات کا شکر گذار نہیں ہوگا، وہ اس اللہ کا شکر گذار کیسے ہوگا جو پردے کے پیچھے سے احسان کرتا ہے، نہ ہم اللہ کو دیکھ پاتے ہیں، نہ اللہ کے احسان کرنے کے طریقے کو دیکھ پاتے ہیں، لیکن جو سامنے کھڑا ہے، جو احسان کرتا ہوا ہمیں دکھائی پڑ رہا ہے، جو یہ تک کہہ رہا ہے کہ تم ہم سے کاغذ مانگو گے، ہم کاغذ نہیں دکھائیں گے بلکہ ان کاغذات میں اپنا نام مسلمانوں والا لکھوائیں گے؛ ہم کو ان کے لئے بھی دعا، شکریہ اور احسان شناسی کی توفیق نہیں ہوتی۔ یہ ہماری ناقص دینی تربیت کا نتیجہ ہے، میں صاف لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ہماری ناقص دینی تربیت کا نتیجہ ہے، اسی لئے میں قرآن ہاتھ میں لے کر بیٹھا ہوں تا کہ کسی شکی سے شکی انسان کے دل میں بھی یہ بات نہ آئے کہ میں اپنے ذوق کے مطابق بات کر رہا ہوں، نہیں! بات وہ ہونی چاہئے جو اللہ نے اپنی کتاب میں اتاری ہے، جو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سکھا کر گئے ہیں۔

مشکل حالات میں ایک مؤمن کی قلبی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟

غرض غیر مسلموں کی ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو ظالم نہیں ہیں اور میں پھر کہہ رہا ہوں کہ اکثریت ان ہی کی ہے، اور اگر خدانخواستہ اکثریت ظالموں کی بھی ہو جاتی، اکثریت دین کی وجہ سے لڑائی لڑنے والوں کی بھی ہو جاتی، اگر اکثریت دین کی وجہ سے ملک سے نکالنے والوں کی بھی ہو جاتی، تب بھی اللہ کو پہچاننے والے کے اندر خوف نہیں آسکتا۔ ذہن میں تازہ کیجئے کہ کون ہے وہ اللہ جس پر ہم ایمان لائے ہیں، کیا وہ بھی ایسے ہی معذور قسم کے خداؤں میں سے ایک ہے جو نہ سن پاتے ہیں، نہ

دیکھ پاتے ہیں، نہ کچھ کر پاتے ہیں، نہیں! وہ "جبار وقہار" ہے، وہ "مالک الملک" ہے، سب کچھ اسی کے حکم سے ہوتا ہے، اس کی مرضی کے خلاف پتہ نہیں ہل سکتا، وہ طاقت والا ہے، وہ "عزیز ذوانتقام" ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ ظالموں کے ظلم کرنے کے پہلے ہی دن مداخلت نہیں کرتا، وہ کبھی کبھی ڈھیل دیتا ہے، "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ" اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو کہ سچائیوں کا انکار کرنے والے ہیں، جب وہ یہ دیکھیں کہ ہم ان کو ڈھیل دے رہے ہیں، تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کر رہے ہیں، ہم تو اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ تھوڑا اور ظلم کریں تا کہ ان سب کو تباہ کر دینے کا جواز پیدا ہو جائے، اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا: "وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ" "میں ڈھیل دیتا ہوں، پھر اور ڈھیل دیتا ہوں، اور میرا اجال بہت مضبوط ہے۔ سمجھو اللہ کے طرز عمل کو، جلد بازی مت کرو۔

ہماری تمنا نہیں ہے کہ اللہ کا عذاب کسی پر آئے، رب کعبہ کی قسم! ہرگز ہماری تمنا نہیں ہے کہ کوئی ہلاک ہو، ہمیں ہلاک کرنے والوں کے لئے بھی ہماری تمنا یہ ہے کہ اللہ ان کو اب بھی بچا لیجئے! ہم اس نبی کے امتی ہیں جس کو ستانے والوں کی ہلاکت کے لئے آسمانوں سے فرشتے اتر چکے تھے، اور انہوں اللہ سے اس گروہ کو تباہ کر دینے کی اجازت بھی لے لی تھی، بس اللہ نے یہ شرط لگا دی کہ کارروائی شروع کرنے سے پہلے میرے محبوب سے بھی پوچھ لینا! اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ اللہ یہ پیغام دینا چاہتا تھا کہ فرشتو! میرے دیے ہوئے علم کی وجہ سے تم بہت کچھ جانتے ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم میرے محبوب محمد کے اخلاق سے اب تک واقف نہیں ہو، تم سمجھتے ہو کہ وہ میرا دُلارا محمد اپنے دشمنوں کو تڑپتا دیکھ کر خوش ہوگا، نہیں! تم اسے نہیں جانتے، وہ عذاب دلانے والا نہیں، معاف کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے، چنانچہ جیسے ہی فرشتوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا، حضور یہ اشارہ پا کر خوش ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کی کہ اللہ آپ نے مجھے عذاب والا پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا، آپ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اللہ ان فرشتوں کو واپس بلا لیجئے!۔۔۔ اس لئے بھائی ہم تو ان کے لئے بھی بددعا نہیں

کرتے اوران کے لئے بھی نفرت کے جذبات دل میں نہیں رکھتے، جو ہماری جان، مال، عزت وآبرو اور دین کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، لیکن اکثریت تو بہت ہی سادہ دل ہے، اس کے ساتھ تعلقات بڑھانا، اس کی خدمت کرنا، اس کے کام آنا ہمارا فرض ہے، ہم اس عافیت والے حکم پر بھی عمل نہیں کر پا رہے ہیں، مشقت والے حکم پر تو کیا عمل کرتے، ہم تو صرف اپنی ذات، اپنے پیٹ، اپنی شرم گاہ اور زیادہ سے زیادہ اپنی فیملی کی پوجا کر رہے ہیں، ہم باہر نکل کر تعلقات ہی قائم نہیں کر رہے ہیں، حالانکہ تعلقات موجود ہیں، آفس میں، سوسائٹی میں، بازار میں، پڑوس و محلے میں کتنے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے ہمیں یا جن کو ہم سے روز کام پڑتا ہے، روز ملنا جلنا ہوتا ہے، پھر بھی نہ وہ ہمارا نام جانتے ہیں نہ ہم ان کا، نہ ہم سے ان کا کوئی تعلق ہے، نہ ہمارا ان سے، یہ غیر اسلامی زندگی ہے، یہ غیر قرآنی زندگی ہے، اللہ کرے کہ آج جہاں ہم اپنے ان انفرادی گناہوں سے توبہ کریں جن کا نقصان انفرادی طور پر ہم کو پہونچتا ہے، وہیں اس بڑے و اجتماعی گناہ سے بھی ہم توبہ کریں جس کی سزا ہم سب بھگت رہے ہیں ”وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝۲۵“۔

غیر مسلموں کی دوسری قسم کے متعلق موجودہ دور میں قرآنی رہنمائی

غیر مسلموں کی دوسری قسم ہمارے دور میں ان لوگوں کی ہے جو دشمنی کا اعلان کر چکے اور لڑائی چھیڑ چکے ہیں، جو بدترین و بدخواہ دشمن ہیں، اور کسی قیمت پر ہمیں ایمان پر جینے اور مرنے کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، وہ تمام معاہدوں کو توڑ کر اعلان جنگ کر رہے ہیں اور کر چکے، قرآن مجید کی یہ سورۃ ہمیں ان کے ساتھ بھی تعلقات وروابط کے اصول سکھاتی ہے، چنانچہ میں اپنی بات وہیں سے شروع کرتا ہوں جہاں سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ ممتحنہ کا آغاز فرمایا، ارشاد ہوا:

”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۤ ڰ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ

اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝۲ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳ ''

اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بنالینا کہ ان سے محبت کا اظہار کرنے لگو، دراں حالیکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے اس کے وہ منکر ہیں، رسول کو اس بنا پر شہر بدر کر چکے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو، اگر تم میرے راستے میں جہاد کرنے اور میری رضا کی تلاش میں نکلے ہو، تم چپکے چپکے ان سے محبت کرتے ہو، اور مجھے خوب علم ہے، جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کر کے کرتے ہو، اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ اگر انہیں تم پر دسترس ہو جائے تو اظہار عداوت کرنے لگیں اور تم پر برائی کے ساتھ دست درازی و زبان درازی کرنے لگیں، اور وہ تو یہ چاہتے ہی ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ۔ یہ تمہارے رشتے دار اور تمہاری اولاد تمہارے کچھ کام نہ آئے گی، قیامت کے دن اللہ تمارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پر جلال انداز اور صاف صاف الفاظ میں اس سورۃ کا آغاز فرمایا ہے: اے ایمان والو! اپنے اور میرے دشمن کو دوست مت بناؤ، تم ان کو محبت کے پیغام بھیجتے ہو، اور ان کا حال یہ ہے کہ سچائی کا جو پیغام ان تک پہونچ چکا، وہ اس کے انکاری ہیں، کسی طرح غور کرنے اور ماننے کو تیار نہیں ہیں، اور ان کا حال یہ ہے کہ انہوں نے تم کو اور میرے پیارے رسول کو بھی صرف اس وجہ سے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اپنے وطن مکہ سے نکال باہر کیا ہے، کیا قصور تھا تمھارا؟ صرف یہ کہ تم اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کی سزا میں انہوں نے تم کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا، یاد رکھنا اگر تم میرے راستے کے مجاہدات کے لئے اپنے گھر سے نکلے ہو، اور اگر مجھے راضی کرنے کے لئے تم مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے ہو تو تمہارے لئے بالکل اجازت نہیں ہے کہ تم ان سے محبت کے رابطے قائم کرو ''تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ'' چپکے چپکے رابطے قائم کرنا! ایسا لگتا ہے جیسے یہ آیت آج ہی اتری ہو، گویا آج کے

حالات بیان ہورہے ہوں۔ قرآن قیامت تک کے لئے رہنمائی کی کتاب ہے، اسی لئے وہ الفاظ بھی ایسے استعمال کرتا ہے جس سے قیامت تک آنے والے انسانوں کو رہنمائی مل سکے، اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، وہ ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتا جو ایک ہی دور کے کسی واقعے پر چسپاں ہوکے رہ جائیں اور دوسرے واقعات کو cover نہ کریں، یہ قرآن کا اعجاز ہے، اللہ فرماتا ہے "تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ" کہ میرے علم میں ہے کہ کون کون لوگ ہیں جو مل رہے ہیں، اور کون ہیں جو چپکے چپکے وفاداری کا اظہار کررہے ہیں، ہم خوب جانتے ہیں ان لوگوں کو کہ جو "اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾" جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو بڑی خوبصورت باتیں کرتے ہیں۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں کے مجمع میں ایسی زوردار تقریر کرتے ہیں کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر تو صلاح الدین ایوبی بھی نہیں بولتا ہوگا لیکن وہی لوگ جب تنہائی میں منتریوں سے ملتے ہیں، تو کیا کہتے ہیں وہ بھی مجھے معلوم ہے، کاش کہ مجھے معلوم نہ ہوتا! یاد رکھنا کہ کفر کو غلبہ کبھی بھی نفاق کی مدد کے بغیر نہیں ملا ہے، یاد رکھنا! پوری تاریخ گواہ ہے کہ تنہا کفر کبھی بھی ایمان پر غالب نہیں آسکتا، اسے نفاق کی مدد چاہئے ہوتی ہے، اور نفاق کا حال یہ ہے کہ کرتا بھی لمبا ہوسکتا ہے، داڑھی بھی لمبی ہوسکتی ہے، مگر اللہ کی پناہ! دل میں منافقت اور دوغلے پن کی بیماری چھائی ہوتی ہے۔

آگے اللہ فرماتے ہیں میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا کچھ باہر کہتے ہو اور کیا چپکے چپکے کرتے ہو۔ اللہ اکبر کیا ایسا نہیں لگتا کہ قرآن بالکل ہمارا ذکر کررہا ہے؟ اور پھر صاف لفظوں میں قرآن وارننگ دیتا ہے کہ جو بھی اس طرح کا منافقانہ رویہ اختیار کرتا ہے، کان کھول کر سن لے کہ وہ سیدھے راستے سے دور چلا گیا ہے۔ اور پھر اللہ فرماتے ہیں کہ تم جن دشمنوں کے ساتھ دوستیاں کررہے ہو ان کا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر قابو پاجائیں تو وہ کھلم کھلا تمہارے دشمن بن کر سامنے آئیں گے، اور تم پر دست درازی کریں گے، تم پر ہاتھ اٹھائیں گے، اور زبان سے بھی بہت ناخوشگوار، مجرمانہ اور نفرت انگیز باتیں کہیں گے، اور ان کی اصل تمنا یہ ہے کہ تم ایمان سے محروم ہوکر پھر سے کافر ہوجاؤ۔ کیا ایسا نہیں لگ رہا کہ قرآن کی یہ آیتیں

آج ہی اتری ہیں۔ آگے سنئے اللہ فرماتے ہیں "لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ " اس آیت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن تمہارے رشتے دار اور تمہاری اولادیں کام نہیں آئیں گی، اللہ تم سب کو الگ الگ کردے گا، اسی مفہوم میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ " اس دن انسان بھاگے گا اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور بچوں سے، نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ اور ایک دوسرا مفہوم اسی کا آیت کا یہ بھی ہے کہ تمہارے رشتے دار اور اولادیں تمھارے کام نہیں آئیں گے، اور قیامت کے دن اللہ تم سب کے درمیان فیصلہ فرمادیں گے۔

برادرانِ وطن سے تعلقات اور اسوۂ ابراہیمی علیہ السلام

اب آگے ذرا اور زیادہ غور سے سننے والی آیت ہے:

"قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۗ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۵﴾ "

اے محمد کے ساتھیو! اے ایمان والو! تمھارے لئے میرے نبی اور میرے خلیل ابراہیمؑ اور ان کے رفقاء کی زندگی میں ایک شاندار نمونہ موجود ہے، خاص طور پر ان کا یہ جملہ: جو انہوں نے اپنے دین کے کھلے ہوئے دشمنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارا تم سے اور اللہ کے سوا تم جس جس کی بندگی کرتے ہو اس سے کوئی تعلق نہیں، صاف لفظوں میں ہم تمہارے عقائد کے منکر ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک عداوت و بغض پیدا ہوگیا ہے۔ یاد رکھیں! کہ ابراہیمؑ نے یہ بات عام غیر مسلموں سے نہیں کہی تھی، یہ ان سے کہا تھا جو ان کو آگ میں جلا رہے تھے، جو ان کو طرح طرح سے

ایمان چھوڑنے پر مجبور کر رہے تھے، صرف دھمکیاں ہی نہیں دے رہے تھے بلکہ بری طرح ٹارچر کر رہے تھے، ان سے فرمایا کہ جب تک تم ایک اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان نہ لے آؤ ہم تم سے محبت کا تعلق نہیں رکھ سکتے۔ پھر آگے اللہ فرماتے ہیں کہ ہاں! ایک بات ابراہیم کی زبان سے اور نکلی تھی اس کو اپنے لئے نمونہ مت سمجھنا اور وہ بات یہ تھی کہ انہوں نے اپنے والد سے جو اپنے بیٹے ابراہیم کے سخت ترین دشمن ہو گئے تھے خطاب کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے لیے اللہ سے معافی مانگتا رہوں گا، اللہ اکبر! اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم کی اس بات کو اپنے لیے نمونہ مت سمجھنا، میرے کسی دشمن کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یاد رکھیے گا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس وقت ٹوکا تھا ابراہیم علیہ السلام نے اسی وقت اس پر اللہ سے معافی مانگ لی تھی اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے لیے اللہ کی طرف سے اور کسی چیز کا اختیار مجھے نہیں دیا گیا، دعا ہی کر سکتا ہوں۔

ابراہیمؑ کی دعا کے اگلے جملوں پر غور کیجئے، کہہ رہے ہیں اے ہمارے پروردگار! آپ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، ہر مشکل میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آخر کار آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ! ہم کو اپنی ذات کا ایسا ہی یقین کا ملعطا فرما دے! سارے مسئلوں کا حل اور سب مصیبتوں کا مقابلہ کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے جس کے دل میں اللہ پر یقین کامل ہوتا ہے، تو ہمت آتی ہے، حوصلہ آتا ہے، استقامت آتی ہے، انسان پیچھے نہیں ہٹتا، ڈرتا نہیں، غلط چیزوں سے سمجھوتہ نہیں کرتا، کسی پر ظلم نہیں کرتا، اور بے جا کسی ظلم کو سہتا بھی نہیں ہے، ہمت و حوصلے کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔

اس کے بعد مزید دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہمیں ظلم اور انکار کرنے والوں کا تختۂ مشق نہ بنا! اور ہمارے گناہ معاف فرما! ''إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ'' بلا شبہ آپ ہی زبردست طاقت والے ہیں، بلاشبہ آپ ہی حکمت والے ہیں۔

خوف کے ماحول میں ہمت وحوصلہ پانے کا قرآنی نسخہ

العزیز الحکیم: ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے گزر جاتے ہیں، رک کر غور نہیں کرتے!

عزیز کا مطلب ہے کہ وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا اور حکیم کا مطلب ہے کہ جو بھی حالات آئیں گے، اللہ کی حکمت اور منصوبے کے تحت آئیں گے۔ تو جب ہم کو یہ یقین ہو کہ حالات کا بھیجنے والا ایسا طاقتور ہے کہ حالات اس کے علاوہ کسی اور کی طرف سے آہی نہیں سکتے، بس وہی ہے جو حالات بھیجتا ہے، ہاں وہ کس کو کس قسم کے حالات کے لیے ذریعہ اور سبب بنادے، یہ اس کی مرضی ہے؛ لیکن حالات آتے اسی کی طرف سے ہیں، اور اس یقین کے ساتھ کہ حالات اسی کی طرف سے آتے ہیں اس بات پر بھی یقین ہو کہ وہ حالات بھیجنے والا بڑا حکیم و دانا بھی ہے، یعنی اس نے اپنے کسی خوب صورت منصوبے اور شاندار حکمت کی وجہ سے یہ حالات بھیجے ہیں تو ان حالات سے خوف زدہ ہونے کے بجائے امیدیں بڑھ جاتی ہیں اور بڑھ جانی چاہئے۔ اللہ کے بندو! یا تو یہ کہہ دو کہ اللہ حکیم نہیں ہے! یہ کہہ دو کہ اللہ بے بس ہے! یہ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کام نہیں کررہی بلکہ فلاں سنگھٹن کی طاقت کام کررہی ہے، اور یا اللہ کو وحدہ لا شریک له اور عزیز حکیم مان کر بے خوف ہوجاؤ۔ یاد رکھنا حالات ہمیشہ اللہ کی طرف سے آتے ہیں، اگر اللہ کے سوا کسی اور کی طرف ذہن گیا تو ہوسکتا ہے کہ اللہ کہہ دے کہ تم مجھ پر ایمان نہیں رکھتے، تم مشرک ہو۔ نہیں نہیں! قطعاً نہیں! حالات ہمیشہ اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اللہ جو حالات بھیجتے ہیں، اس میں بڑے زبردست منصوبے ہوتے ہیں، وہ حکیم ہے، اور ایسا حکیم ہے کہ وہ بار بار ہم کو یہ بتا چکا ہے: ''وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ'' کہ وہ چالیں چل رہے ہیں تو کیا ہوا، اللہ بھی چال چل رہا ہے، سارا میڈیا اس وقت ''وَيَمْكُرُونَ'' کی خبر دے رہا ہے، خانقاہ سے اور ہر مسجد اور ہر مدرسے سے بلکہ ہر ایمان والے کی زبان سے ''وَيَمْكُرُ اللّٰهُ'' کی خبر نشر ہونی چاہئے! اللہ کا منصوبہ ہی چلے گا؛ لیکن یاد رکھنا کہ اللہ کا منصوبہ اس کے سچے بندے اور بندیوں کے لئے ہے، مجرموں، منافقوں، غداروں اور بے وفاؤوں پر اللہ کی مدد نہیں آتی۔ اللہ کا ایک سسٹم ہے، اللہ نے ہمیں صرف اپنی قدرت نہیں بتائی، اپنی سنت بھی بتائی ہے۔ اس کا سسٹم یہ ہے کہ ''ان تنصروا اللہ ینصر کم ویثبت اقدا کم'' تم اگر حق کا ساتھ دوگے تو اللہ تمہاری مدد کر کے دکھائے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوطی سے جمادے گا۔

ایک اہم نکتہ

اللہ کے اسم عزیز کا مراقبہ، اللہ کے اسم عزیز کا دھیان اور اسم عزیز کی تجلیات کو اپنی طرف مانگنے کا اہتمام؛ یہ دل کو قوت دیتا ہے اور اللہ کے اسم حکیم کا دھیان اور مراقبہ اور اللہ سے یہ مانگنا کہ اللہ! اپنے اسم حکیم کی تجلیات ہمارے دل و دماغ کی طرف کر دیجئے؛ انسان کو سمجھ دار بناتا ہے۔ دانشور وہ ہے جس کے دل پر اللہ کی حکمت کی تفصیلات کھل جائیں اور بہادر وہ ہوتا ہے جس کی طرف اللہ کے اسم عزیز کی تجلیات متوجہ ہو جائیں۔

یاد رکھنا! انسان کے دل کی کیفیت اور اس کے کرداروں کا جو رنگ ہوتا ہے، یہ اللہ کے ان الگ الگ اسماء کے رخ کی وجہ سے ہوتا ہے اللہ کا جو اسم جس بندے یا بندی کی طرف متوجہ ہو جائے، اس بندے کی تقدیر اسی طرح کی بن جاتی ہے، مثال کے طور پر اللہ کا اسم معز جس بندے یا بندی کی طرف متوجہ ہو جائے، اس کو عزتیں ملتی ہیں، اللہ کا اسم مذل جس بندے یا بندی کی طرف متوجہ ہو جائے، وہ بندہ ذلیل و خوار ہو کر رہتا ہے، اللہ کا اسم وھّاب، اسم فتاح، اسم رزاق؛ یہ اسماء جس کی طرف متوجہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت دیتے ہیں، اللہ کا اسم ھادی جس بندے کی طرف متوجہ ہو جائے، اس کے سوچنے سمجھنے کا رخ ٹھیک ہو جاتا ہے،، اس کو ہدایت مل جاتی ہے،، ہر مسئلے میں وہ صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق پاتا ہے۔

اور پھر فرمایا:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ“

بے شک ان لوگوں میں تمہارے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے ایک نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان کے جانباز ساتھیوں کو اپنے لیے نمونہ وہی بنا سکتا ہے جس کا اللہ اور آخرت پر یقین ہو۔ اللہ اور آخرت پر یقین انسان کو بہادر بناتا ہے، حوصلہ بخشتا ہے، ہمت دیتا ہے اور سمجھ دار بناتا ہے۔

ارشاد ہوا ”وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ؀“ اور جو روگردانی کرے گا، جو کوئی

ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کو نمونہ نہیں بنائے گا، اس نمونے کے خلاف چلے گا تو جان لو کہ اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، اللہ بے نیاز ہے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا، تمہیں ہی اس کا نقصان اٹھانا پڑے گا اور اللہ بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے۔

امید کا چراغ جلائے رکھنا

آگے ایک آیت بچی ہے جس کی تشریح ہونی باقی ہے۔ فرمایا:

"عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞"

ہمت و بہادری سکھانے کے بعد، شجاعت واستقامت اور مردانگی سکھانے کے بعد اب اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اب مستقبل کے بارے میں ہمارا منصوبہ سنو! فرمایا: امید کرنا چاہئے کہ آج جو لوگ تمہارے دشمن بنے ہوئے ہیں، آنے والے دنوں میں اللہ تمہارے اور ان کے درمیان بھی دوستی اور محبت پیدا کردے گا۔ اللہ اکبر کبیرا! میں بار بار اشارے کرتا ہوں کہ اندھیری رات کے بعد اب روشن صبح آنے والی ہے۔

صاف دل برادران وطن کو خود سے قریب کیجئے

آج ہم نے غیر مسلموں کے دو طبقات کے بارے میں اللہ کا فرمان سنا ہے۔ کروروں کی تعداد میں برادران وطن وہ ہیں جو صاف ذہن ہیں ان سے اپنے تعلقات مضبوط کیجئے، دوستی، خیر خواہی، خدمت، مزاج پرسی، ان کے کام آنا؛ ہمارا شیوہ ہونا چاہئے، ایسی محنت کریں کہ ہمارے ضلع کا کوئی کسان خودکشی کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرے، اس کے اوپر لاکھوں کا بھی قرضہ ہو تو ہم پورے ضلع کے مسلمان مل کر اس کا قرضہ ادا کروادیں تاکہ اس کو اپنے بچوں کو یتیم کرنے کی ضرورت نہ پڑے، یہ ہمارا فرض ہے، یہ قرآن کہہ رہا ہے کہ ان پر احسان کرو! ان کی خدمت کرو! ان کی مزاج پرسی کرو! ان سے تعلقات بڑھاؤ! تمہارے جیتے جی وہ خودکشی کریں گے، تو شاید اللہ اس گناہ کو معاف نہ فرمائیں!

آج ہم یہ پکا ارادہ کریں کہ اب ہم کو یہ عملاً شروع کرنا ہے، اپنے اپنے علاقوں اور آس پاس کے

لوگوں سے ملئے! ننانوے فیصد لوگ ایسے ہیں کہ جب آپ ان سے تعلقات بڑھائیں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ کتنے اچھے لوگ ہیں اور ان کو بھی لگے گا کہ آپ کتنے اچھے لوگ ہیں۔ اللہ کا شکر ہے مختلف علاقوں میں ہمارے نوجوان و باشعور علماء نے اللہ کے بھروسے پر اپنے علاقے کے لوگوں کو مسجدوں میں بلانا شروع کیا ہے اور "مسجد پریچئے" کے نام سے پروگرام کرنا شروع کیا ہے، کتنے علاقوں کی کارگزاریاں اس عاجز کے پاس آتی ہیں اور بہت سے علاقے وہ بھی ہوں گے جن کی کارگزاری یہاں نہیں آپاتیں۔ ہر علاقے کے علماء یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت! کاش کہ ہم نے یہ کام بیس سال پہلے شروع کردیا ہوتا! کاش کہ دس سال پہلے کردیا ہوتا، ہمارے علماء بڑی حسن تدبیر کے ساتھ اپنے علاقے کے غیر مسلموں کو خصوصاً دانشوروں، اپنے سماج میں بڑی حیثیت رکھنے والوں، مندروں کے پجاریوں، پنڈتوں، مختلف دھرموں کے ذمہ داروں، IAS آفیسرز، ججز، پولیس آفیسرز اور بڑے تاجروں اور سمجھدار لوگوں کو اپنی مساجد میں مدعو کررہے ہیں، اور اس کے حیرت انگیز نتائج سامنے آرہے ہیں۔

پہلے پہلے جب اس کام کی ابتدا ہوئی تو غیر مسلموں کو تو جو حیرت ہوئی وہ ہوئی، ہمارے نادان مسلمانوں کو بھی یہ لگا کہ ارے! یہ کافر مسجد میں کیسے آگیا! سبحان اللہ! کیا آپ کے محلے کی مسجد، مسجد نبوی زادہ اللہ شرفا و عظمۃ سے زیادہ پاک ہے، آپ لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ مسجد نبوی میں روزانہ غیر مسلم آتے تھے اور "روضۃ الجنۃ" میں بیٹھ کر اللہ کے رسول ان سے ملاقات کرتے تھے۔ سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نہیں کیا کہ اُن سے مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر بات کریں، آپ روضہ الجنۃ میں بیٹھ کر بات کیا کرتے تھے۔ غیر مسلموں کے جو قافلے آتے تھے، جماعتیں اور وفود آتے تھے، ان سے ملاقات آپ وہیں کرتے تھے، ان کا اکرام کرتے تھے بلکہ بعض بہت اہم غیر مسلم شخصیتوں کو ان کے پورے رفقاء کے ساتھ اللہ کے رسول نے مسجد نبوی میں ہی قیام کروایا تھا۔

آپ سب میں جو علماء، ائمۂ مساجد اور دانشور حضرات ہیں وہ اپنے علاقے کے سمجھدار لوگوں کو ساتھ لے کر اپنی مسجد میں برادران وطن کو بلائیں! بڑی غلط فہمیاں ہیں، بہت بدگمانیاں ہیں، وہ بے چارے جب ہماری مسجد کے سامنے سے، ہمارے مدرسے کے سامنے سے، ہماری خانقاہ کے

سامنے سے گزرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک مجمع بیٹھا ہوا ہے اور کوئی بیان کر رہا ہے تو گزرتے ہوئے ان میں سے کچھ لوگ یہ ضرور سوچتے ہیں کہ دیکھو یہاں آتنگ واد کی ٹریننگ دی جارہی ہے! یقیناً کچھ نہ کچھ ہمارے خلاف بھڑکایا جارہا ہے! کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے!

اور ایسا ہی کچھ حال مسلمانوں کا ہے جب وہ کسی مندر کے سامنے سے گذرتے ہیں جہاں پروچن ہورہا ہوتا ہے تو انہیں لگتا ہے کہ یقیناً یہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہے ہیں، حالانکہ بہت ممکن ہے کہ وہ بے چارہ یہ کہہ رہا ہو کہ بھائیو! ودھواؤں کی سیوا کیا کرو! چڑیوں، کبوتروں اور مچھلیوں کے دانے پانی کا بھی انتظام کردیا کرو! غریبوں کی مدد کیا کرو! ہوسکتا ہے کہ وہ بہت اچھی باتیں کر رہا ہو، مگر آپ ان سے بدگمان ہیں! وہ آپ سے بدگمان ہیں! اور کوئی تیسرا ہے جو دونوں پر ہنس رہا ہے۔ اگر ہم آپس میں رابطے بڑھادیں تو تیسرے کو ہمیں بدگمان کرنے اور آپس میں لڑانے کا موقع ہی نہیں ملے گا، ہمارے آپس میں تعلقات نہ بڑھانے اور قرآن کی اس رہنمائی پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہم پر یہ حالات آرہے ہیں۔ ورنہ اگر ہم تلاش کریں تو بہت بڑی تعداد میں اچھے لوگ اس قوم کے اندر ہمیں مل جائیں گے۔

قرآن جنرلائز کرنے کی اجازت نہیں دیتا

قرآن کسی طرح ناانصافی کو برداشت نہیں کرتا، جس زمانے میں کچھ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کو بری طرح ستارہے تھے، اسی زمانے میں قرآن نے مسلمانوں کے ذہن میں انصاف و اعتدال پیدا کرنے کے لیے یہ کہا تھا "لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ " "یہ سب کے سب بُرے نہیں ہیں،" "مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ﴿۱۱۳﴾ " اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دن رات اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ قرآن ان کے اندر موجود اچھے لوگوں کی خوبیوں کا اعتراف کرتا ہے "ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴿۸۲﴾ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ " "یہ صحابہ کا تذکرہ نہیں ہے، یہ غیر مسلموں کا تذکرہ ہے، یہ عیسائیوں کے ایک طبقے کا تذکرہ

ہے۔ قرآن ان کے بارے میں یہ تک کہہ رہا ہے کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بہت مقدس وعبادت گذار ہیں وہ ان کے کچھ علماء، اور مذہبی رہنما ہیں، ان کے دل اتنے نرم ہیں کہ جب وہ اللہ کے رسول پر اترنے والے کلام کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں.....

میں گواہی دیتا ہوں کہ کروروں برادران وطن اس ملک میں آج بھی ایسے ہیں کہ آپ ان کے سامنے ذرا محبت سے بات تو پیش کیجئے! اللہ کا پیغام تو پہونچایئے! ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ روابط بڑھایئے اور ان کی قدر کیجئے! ان کے ساتھ حسن سلوک کیجئے۔

قرآن بزدلی کی بھی اجازت نہیں دیتا

ایک طرف یہ بھی ضروری ہے کہ اُن کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ جو لوگ پوری قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرر ہے ہیں، سچائی کے دشمن ہیں، نہ صرف یہ کہ خود سچائی قبول نہیں کرتے، بلکہ جن لوگوں نے سچائی کو مان لیا ہے، ان کی جان مال، عزت وآبرو، دین دھرم، مسجد ومدرسے؛ ہر چیز کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، ان کے مقابلے میں کمزور پڑنے کی اجازت نہیں ہے، قطعاً کمزور پڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ دیکھو! خدمت خلق اور حسن سلوک پر جب میں زور دوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم بزدل بن جاؤ! اور جب میں مقابلے اور ہمت وحوصلے پر زور دوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم سب کے دشمن بن جاؤ!! میں اپنی قوم کے یک رخے پن سے بہت پریشان ہوں، اسی لئے آج میں نے سوچ سمجھ کر اس موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ اللہ کے بندو! میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ہر ایک سے لڑو اور ہر ایک کو اپنا دشمن بنالو اور نہ ہی میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بالکل لقمۂ تر بن جاؤ اور جو چاہے تم پر زیادتی کر گزرے، ہرگز نہیں! اسلام کی رہنمائی جامع ہوتی ہے، اسلام کی رہنمائی معتدل ہوتی ہے، یہ ناممکن ہے کہ قرآن امت کو کسی ایک رخ پر ڈال دے اور دوسرے رخ کو نظر انداز کر دے۔

انسانوں کی رہنمائی میں تو یہ غلطی ہوسکتی ہے، جب ہم سامنے دیکھ رہے ہوتے ہیں، تو ہمیں پیچھے نظر نہیں آرہا ہوتا ہے، جب دائیں دیکھ رہے ہوں تو بائیں دکھائی نہیں دیتا ہے، اس لئے انسانوں کی

رہنمائی میں تو ہمیشہ ادھورا پن ہوگا، ایک طرف توجہ ہوگی تو دوسری طرف سے غفلت ہو جائے گی؛ مگر اللہ کی رہنمائی میں ادھورا پن نہیں ہو سکتا، تمام پہلوؤں کی رعایت اور تمام پہلوؤں پر نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر آپ قرآن مجید کی بتائی ہوئی ان دونوں رہنمائیوں کو ایک ساتھ لے کر چلیں گے تو مستقل طور پر ایک انتہائی جامع اور معتدل ذہنی اور نفسیاتی کیفیت آپ کو حاصل ہو جائے گی۔ اور یہ معتدل نفسیاتی کیفیت ایک اچھا اور کامیاب انسان بننے کے لئے بے حد ضروری ہے، مثلاً جو انسان انتہائی سخت مزاج ہو، وہ بھی گھر کو نہیں چلا سکتا، اور جو انتہائی نرم مزاج ہو وہ بھی اکثر بیوقوف بنا رہتا ہے، بس ایک ایسے مزاج کا انسان کامیاب ہوتا ہے جس میں نرمی ہو اور ساتھ میں اتنی سمجھ داری بھی ہو کہ نرمی کو کب، کہاں اور کس حد تک استعمال کرنا ہے؟ اور جس میں تھوڑی سختی بھی ہو اور ساتھ میں اتنی سمجھ داری بھی ہو کہ اس سختی کو کب، کہاں اور کس حد تک استعمال کرنا ہے؟ اجتماعی اور قومی چیلنجز کے مقابلے میں بھی بالکل یہی معاملہ ہے۔

قرآن کی معتدل اور جامع رہنمائی کی ایک اور مثال

جس اللہ نے قرآن میں بیسوں جگہ معاف کرنے کا حکم دیا ہے کہیں فرمایا ''فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ'' کہیں ارشاد ہوا ''وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ'' وغیرہ وغیرہ بہت سی آیات ہیں جن میں نرمی، صلح جوئی اور عفو و درگذر کی تاکید کی گئی ہے، اسی اللہ نے قرآن میں یہ بھی فرمایا ''جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ''، اسی اللہ نے قرآن میں فرمایا ''اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ''، اسی اللہ نے قرآن میں فرمایا '' اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ''۔ تو یہ دونوں رنگوں کا اجتماع؛ اسوۂ ابراہیمی، اسوۂ محمدی اور قرآن کی رہنمائی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے ان دونوں رہنمائیوں اور ان کے تقاضوں کو پوری طرح قبول کر کے ان پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے!

برادران وطن کو اپنے قریب کیسے کریں؟

اپنی مساجد میں انصاف پسند غیر مسلموں کو لانے کا نظم کیجئے! ابتداء میں ہلکا پھلکا پروگرام رکھیں! ان سے کہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک محلے میں رہتے ہیں، ایک گاؤں، ایک شہر، ایک

علاقے میں رہتے ہیں۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی کہ ہم نے آپس میں تعلق نہیں بنائے! اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری مسجد میں تشریف لائیے! ایک پروگرام ہم نے آپ کے لیے رکھا ہے۔ اس طرح شروعات میں آپ ۲۵۔۳۰ لوگوں کو بلائیے! زیادہ بھیڑ اکٹھا مت کیجیے! اور ان کے سامنے مسجد کے مختلف اعمال کر کے دکھائیے کہ دیکھیے! ہم مسجد میں کیا اعمال کرتے ہیں، وہ ہم آپ کو کر کے دکھانا چاہتے ہیں۔ ان کو اذان دے کر دکھائیے! پھر اذان کی تشریح کیجیے ان میں سے بہت سوں کو زندگی میں پہلی بار معلوم ہوگا کہ جب مسلمان اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہیں تو وہ مہاراجا اکبر کو یاد نہیں کرتے، وہ اس اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک بھی سب سے بڑا ہے بس وہ اسے ''پرمیشور'' یا ''پربھو'' کہہ کر یاد کرتے ہیں یا اور کچھ کہتے ہوں لیکن وہ بھی اس کی کوئی مورتی کہیں نہیں بناتے، یہ بہت اہم بات ہے کہ پرمیشور کی مورتی نہیں بنائی جاتی، پرمیشور کے مزعومہ اوتاروں کی مورتی بنائی جاتی ہے۔ تو جب ان کو معلوم ہوگا کہ ہم بھی اسی پرمیشور کی بڑائی بیان کرتے ہیں کہ جسے وہ بھی سب سے بڑا کہتے ہیں تو ان کے دل ہم سے قریب ہوں گے!

اذان کے بعد وضو کر کے دکھائیں کہ ہم لوگ اس طرح وضو کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کے شروع کرتے ہیں اور وضو میں جب ہم چہرہ دھوتے ہیں تو چہرہ دھوتے ہوئے ہم یہ دعا مانگتے ہیں ''اللھم بیّض وجھی یوم تبیضّ وجوہ وتسودّ وجوہ'' اے اللہ جس دن کچھ چہرے روشن کر دیے جائیں گے اور کچھ چہرے کالے کر دیے جائیں گے، اس دن میرے چہرے کو روشن کرنا۔ انہیں بتائیے کہ جب ہم ہاتھ دھوتے ہیں تو اس وقت دعا مانگتے ہیں ''اللھم اغفر لی ذنبی ووسّع لی فی داری وبارک لی فی رزقی'' اللہ میرے گناہ معاف کر دیجیے! اور اللہ میرے گھر میں میرے لیے کشادگی پیدا کر دیجیے! اور میری روزی میں برکت ڈال دیجیے۔ اس دعا کی ضرورت کس کو نہیں ہے؟ یقین مانیں! کتنے ہی غیر مسلم بھائیوں اور بہنوں نے کہا ہے کہ یہ دعا ہم کو بھی لکھ کر دے دیجیے، ہم بھی یہ دعا مانگا کریں گے۔ سبحان اللہ!

دعائیں اور ان کا مطلب سمجھانے کے ساتھ ساتھ وضو کے دنیوی اور سائنٹفک فائدے بھی

ان کو سمجھائیے؛ کلی کرنے کا فائدے، ناک میں پانی ڈالنے کے فائدے، مخصوص انداز میں کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے فائدے، سر اور گردن پر مسح کرنے کے فائدے، سب انہیں تفصیل کے ساتھ سمجھائیے! اس کے بعد انہیں نماز پڑھ کر دکھایئے، انہیں نماز کا مطلب سمجھائیے، نماز کے ایک ایک رکن کی تفصیلات بتایئے کہ کھڑے ہوکر ہم کیا پڑھتے ہیں، رکوع میں ہم کیا کہتے ہیں، سجدے میں ہماری زبان پر کیا ہوتا ہے، پھر انھیں نماز کے روحانی اور جسمانی فوائد بتایئے! نماز کے اوقات کی تفصیلات بتایئے!

اس طرح ان کے ساتھ رابطے بڑھیں گے، اور پھر جب لوگوں کے دلوں میں آپ کا بھروسہ آجائے گا تو آپ ان کو ساتھ لے کر ان کے اور اپنے سماج کے ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہوئے آگے بڑھیں، اور اس طرح یہ بہت بڑی اکثریت اس سے پہلے کہ زہریلے پروپیگنڈے سے متاثر ہوجائے، ان شاء اللہ ہم ان کو قریب کرسکنے میں کامیاب ہوجائیں گے!

بہار کی آمد آمد ہے

صبح روشن اب بہت زیادہ دور نہیں ہے، بہت روشن امکانات ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ کر کے دکھایا ہے کہ جہاں سے امید نہیں ہوتی، وہیں سے مقابلے اور ہمت و بہادری کی شروعات ہوتی ہے۔ اگر کوئی طبقہ خود کو دین کا ٹھیکہ دار سمجھنے لگتا ہے تو اللہ کو اس کی یہ ادا ہرگز پسند نہیں آتی، جب کبھی کوئی طبقہ کسی دوسرے طبقے کو صرف اس کے لباس یا اس کی کچھ ظاہری کمیوں کی وجہ سے؛ خواہ وہ دل کا کتنا ہی اچھا ہو، بد دین اور فاسق و فاجر سمجھنے لگتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ اچانک اس دوسرے طبقے کو آگے بڑھا کر دین کے ٹھیکے داروں کو شرمندہ ہونے پر مجبور کردیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے، بارہا تاریخ میں اللہ نے ایسا کیا ہے، بارہا اس نے ایسے بندوں کو کھڑا کیا ہے جن کے بارے میں کوئی خاص امید نہیں کی جاسکتی تھی،

اس مضمون کا بقیہ حصہ صفحہ ۵۷ پر ملاحظہ فرمائیں

برادرانِ وطن سے
ایک دعوتی رابطے کی کارگذاری

[مدھیہ پردیش کے تاریخی شہر برہان پور میں علماء اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو گذشتہ کچھ عرصے سے خانقاہ نعمانیہ (نیرل) میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی دامت برکاتہم کی ماہانہ اصلاحی مجالس میں شریک ہوتی رہتی ہے، اور انہی کی رہنمائی میں اللہ کی توفیق سے کچھ کام کرنے کی کوشش بھی کرتی رہتی ہے، اسی سلسلہ میں ہم لوگوں نے شہر کے عمائدین اور اہل علم و دانش کے مشورے سے یہ طے کیا کہ حضرت مولانا نعمانی کی ہدایت کے مطابق کسی مسجد میں کچھ منتخب برادران وطن کو بلا کر مسجد اور مسجد میں کیے جانے والے اعمال کا ان سے تعارف کرایا جائے، اور اس کے لئے تین نومبر ۲۰۱۹ء کی تاریخ اور شہر کی ایک قدیم مسجد ''تانا گجری'' کا انتخاب کیا گیا، ذیل کی سطروں میں مسجد پر پہنچئے کے زیر عنوان منعقد ہونے والے پروگرام کی مختصر کارگذاری محترم ناظرین الفرقان کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے —— کارکنان برہان پور]

۱۵؍ستمبر ۲۰۱۹ء کو شہر کی ایک مسجد میں خواص کا ایک ورک شاپ رکھا گیا، جس کو خاص طور پر حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہ کے نمائندے مولانا مفتی زبیر صاحب نے خطاب کیا، شرکاء مجلس نے اس نشست میں برادران وطن سے رابطے کی اہمیت اور اس کے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی، اور اس کام کو مسلسل کرتے رہنا کا عزم ظاہر کیا، اور اسی وقت یہ بھی طے ہوگیا کہ کچھ

وقفے کے بعد شہر کی کسی مسجد میں ''مسجد پر یچئے'' کا پروگام رکھا جائے گا، اس ورکشاپ کے بعد سے شہر کے مختلف حلقوں میں ہفتے واری ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا، اور مختلف مساجد میں مشاورتی نشستیں بھی منعقد ہونے لگیں، جس کے نتیجے میں اللہ کے فضل وکرم سے شہر کے دردمند و باشعور احباب کی بڑی تعداد ہم نوا اور شریک کار بنتی گئی، ان نشستوں میں ہم حضرت مولانا نعمانی کی مختلف تحریروں اور تقریروں کے اقتباسات حاضرین مجلس کو سناتے تھے، جس سے بہت جلد آنے والے حضرات کو اس کام کی اہمیت پر شرح صدر ہو جاتا تھا۔

دعوت ناموں کی تیاری وتقسیم: ''مسجد پر یچے'' پروگرام کے لیے تاریخ ومقام کی تعیین کے بعد برادران وطن کے عوام وخواص اور ضلع انتظامیہ کے اہل کاران (ایڈمنسٹریشن) کے لیے ہندی زبان میں دعوت نامہ تیار کیا گیا، جسے ہر لحاظ سے عمدہ، جاذب نظر و دیدہ زیب رکھنے کی پوری کوشش کی گئی۔ موضوع ومدعا کے اعتبار سے مضمون کی عبارت، جملے اور الفاظ کا انتخاب بھی بہتر سے بہتر اختیار کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ برادران وطن کو جس بات کے لیے دعوت دی جارہی ہے اس کے لیے ان میں بجائے توحش اور بیزاری کے انس ورغبت پیدا ہو اور خوش دلی کے ساتھ وہ پروگرام میں شرکت کرسکیں۔

برادرانِ وطن اور بالخصوص ان کی سماجی تنظیموں کے ذمہ داران تک دعوت نامے پہونچانے کے لیے سمجھدار احباب کو ذمہ داری دی گئی، انتظامیہ کے افسران تک دعوت نامہ، جو ان کے لیے خصوصی طور پر شیلڈ کی شکل میں تیار کیا گیا تھا، پہونچانے کی ذمہ داری قاری یعقوب صاحب، مولانا ندیم بیگ، حافظ خالد صاحب وغیرہ نے انجام دی۔ اگرچہ علماء وحفاظ کا اپنا ایک محدود ماحول ومیدان کار ہوتا ہے اور عام طور پر اس قسم کے کاموں کا انھیں تجربہ نہیں ہوتا لیکن ہم لوگوں نے سوچ سمجھ کر یہ کام انہی کے سپرد کرنا بہتر سمجھا اور اللہ کا شکر ہے کہ ان حضرات نے نہایت خوبی اور سلیقہ کے ساتھ اسے انجام دیا۔

عوام میں دعوت نامے تقسیم کرنے یا ٹی وی (TV) اور موبائل پر تشہیر سے پہلے یہ مناسب سمجھا گیا کہ پہلے دعوت نامے انتظامیہ کے اہل کاروں تک پہنچائے جائیں، حکومتی عملہ میں جن اہل کاروں کو دعوت نامہ دیا گیا وہ ہیں: (۱) کلکٹر صاحب (۲) ایس پی صاحب (۳) ایڈیشنل ایس پی صاحب

(۴) ایس۔ڈی۔ایم صاحب اور مسجد تانا گجری پولیس اسٹیشن کے انچارج، ویسے تو تمام ہی افسران نے بہت اچھے انداز سے استقبال کیا اور اپنی آمد کا یقین دلایا، لیکن خاص طور ایڈیشنل ایس پی صاحب نے جن کا تعلق غالبا ایس سی (پسماندہ طبقے) سے ہے، بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا، اور بہت دیر تک ہمارے نمائندوں سے گفتگو بھی کی۔

یہاں یہ بھی ذکر کردینا مناسب ہوگا کہ ہم نے اس نشست میں عام مسلمانوں کو شرکت کی دعوت نہیں دی تھی تاکہ برادران وطن شرکت میں کوئی جھجھک محسوس نہ کریں۔

کارکنان کی تربیت:۔ پروگرام کو اپنے متعینہ دن شروع کرنے سے ایک دن پہلے ساتھیوں کو کام کی تربیت دینے اور اس کا ڈھنگ وطریقہ سمجھانے کے لیے اور پروگرام کے دوران متوقع سوالات کے جوابات بتانے کے لیے دھولیہ مہاراشٹر کے احباب جو اس کام کو اپنے شہر میں انجام دے کر تجربہ حاصل کرچکے تھے، ہماری دعوت پر اپنی پوری ٹیم کے ساتھ حاضر ہوئے، انہوں نے کام کو سمجھایا، حوصلہ دیا اور کچھ احباب نے پروگرام میں بھی شریک رہ کر رہنمائی ومعاونت کا وعدہ کیا۔ وہ حضرات پروگرام میں شرکت کے لیے رات تین بجے روانہ بھی ہوگئے، لیکن مشیت الٰہی کچھ اور تھی، گاڑی میں کسی خرابی کے باعث پہنچنا ممکن نہ ہوسکا اور پھر وہ حضرات واپس ہوگئے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔ پروردگار کے ہر فیصلے میں اس کی کوئی نہ کوئی حکمت پنہا ہوتی ہے اس واقعہ کی تہہ میں یہ فائدہ واثر دیکھنے میں آیا کہ تمام ساتھیوں میں رجوع الی اللہ اور دعا وانابت کا اہتمام بڑھ گیا کیونکہ سب کو یہ احساس ہوگیا کہ اب اسی کی مدد کے سہارے اتنا اہم اور نازک کام ہم ناتجربے کاروں کو خود ہی انجام دینا ہے۔

مسجد کی صفائی: ۳رنومبر کی شب بعد نماز عشاء ہمارے کچھ ساتھیوں نے استنجاء خانہ، وضوخانہ، مسجد کی دیواریں، محرابیں، فرش وچھت کے کونے کونے اور ایک ایک حصے کی خوب صفائی کی۔

۴رنومبر اتوار پروگرام کے آغاز کا دن: وقت ۱۰ بجے تا ۱:۳۰ بجے تک

مسجد کے باہری دروازے پر پروگرام کا بینر آویزاں کیا گیا استقبال کے لئے ساتھیوں کو

مشورے سے متعین کیا گیا، مسجد کے دالان میں کرسیاں ڈال دی گئیں، ٹی اسٹال اور پانی کا نظم بھی کر دیا گیا۔ یہ بھی خیال رکھا گیا کہ مین گیٹ سے مسجد میں داخل ہوتے وقت زائرین کے جوتے چپل اتروا کر شیلف میں ترتیب سے رکھے جائیں تا کہ واپسی پر کوئی پریشانی نہ ہو۔ زائرین کے استقبال کے لئے خاص طور پر ایسے احباب متعین کیے گئے جو وضع قطع کے اعتبار سے بھی اسلامیت کی جھلک اپنے اندر رکھتے ہوں اور استقبال و ملاقات کے آداب، خوش اخلاقی وخوش گفتاری کے صفات سے بھی آراستہ ہوں اور دردِ دل اور بے لوث خدمت کی متاع بھی اپنے اندر رکھتے ہوں۔

آنے والے زائرین کو خوش آمدید کہنے کے بعد گروپ کی شکل میں مسجد میں داخل کر کے وضو سمجھانے والی ٹیم کے حوالے کر دیا جاتا۔ پھر مسجد کے اندر کے مختلف کام؛ وضو، اذان، نماز، محراب و منبر، امام و مؤذن اور قرآنی مکتب وغیرہ کی تفصیلات ان کے سامنے رکھی جاتیں۔ ہر عمل کی حقیقت و مقصد کو تفصیل سے سمجھانے کی کوشش کی جاتی، زبانی تشریح کے علاوہ عملی طور پر کر کے بھی دکھایا جاتا، سوالات کے معقول اور مختصر جوابات دے کر غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش بھی کی جاتی، اور تفصیل طلب موضوع کے بارے میں ان سے یہ گزارش کی جاتی کہ اسے فیڈ فارم میں لکھ دیں، بعد میں ملاقات کر کے اس کا جواب دیا جائے گا۔ اس کی بھی پوری کوشش کی گئی کہ ہماری طرف سے گفتگو کرنے والے حضرات وہ ہوں جو علم وفہم بھی رکھتے ہوں اور مخاطب طبقے کی رعایت کر کے گفتگو پر قدرت بھی رکھتے ہوں۔

سب سے آخر میں آنے والے مہمانوں کو اپنے تاثرات کے اظہار کا وقت دیا گیا اور پھر انھیں مسجد کے صحن میں لگائے گئے بک اسٹال کی طرف روانہ کر دیا گیا، جہاں خدا، کائنات، انسان، حقیقی مقصد حیات اور اسلام کے امن وانصاف، انسان دوستی اور مساوات سے متعلق صاف وسچی تعلیمات پر مشتمل کتابچے اور محمد ﷺ، اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے جھوٹے پروپیگنڈہ کا تردیدی مواد موجود تھا، جو کہ کچھ مسلمان اور زیادہ تر غیر مسلم مصنفین کا تحریر کردہ تھا، یہ زائرین کو بلا معاوضہ ان کی اپنی پسند کے مطابق تحفۃً پیش کیا گیا۔

Scanned by CamScanner

مہمانوں کے تاثرات :۔ پروگرام کے آخر میں مہمانوں کو فیڈ بیک فارم دے کر پروگرام کے متعلق تاثرات لکھنے کی فرمائش کی گئی، علمی وسماجی حیثیت سے معروف شخصیات کے انٹرویوز لیے گئے، سب مہمانوں کی کچھ تواضع کی گئی، ور مسواک اور عطر کا ہدیہ دے کر رخصت کیا گیا۔ آخر میں تین اہم شخصیات کے تاثرات، جو انھوں نے اپنے انٹرویو میں پیش کئے، مختصراً یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) مسٹر راجیش سالوے نے جو ایک ٹیچر ہیں، پورے پروگرام کے بارے میں بہت زیادہ پسندیدگی کا اظہار کیا۔ وضو کے بارے میں ان کے الفاظ تھے: ''مالک نے محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ صفائی حاصل کرنے جو حکم دیا اور اس کا جو طریقہ بتایا وہ مجھے بہت اچھا لگا''۔

نماز کے بارے میں ان کا کہنا تھا: ''عبادت کا یہ طریقہ جس میں جسمانی ورزش بھی ہے، مالک کے دھیان کے لیے بہت مفید ہے، صحت مند آدمی ہی دھیان اچھی طرح لگا سکتا ہے، چونکہ انھیں گردن اور پیر وغیرہ میں درد کی شکایت تھی، اور اللہ کا شکر ہے کہ جب انھوں نے پوری نماز پڑھی تو ان کا وہ درد ختم ہو گیا اور اس سے وہ بہت زیادہ خوش اور متاثر ہوئے بلکہ یہ پوچھنے لگے کہ کیا میں گھر پر بھی اس طرح کر سکتا ہوں؟''

نماز باجماعت کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ''مجھے یہ بات بہت پسند آئی کہ یہاں وی۔ آئی۔ پی کلچر کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، یہاں کوئی بھید بھاؤ نہیں ہے، جب کہ جو کچھ میں نے سن رکھا تھا، اس کی وجہ سے مجھے ایک قسم کا خوف تھا، لیکن آج میرا ڈر نکل گیا، اتنے سارے بندے ہونے کے باوجود من کو شانتی ملی، جب کہ دوسری جگہوں پر ہمیں اجتماعی عبادت کا موقع نہیں ملتا''۔

مسجد، مدرسہ اور درگاہ سے آتنک واد کی نفی کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ''میں بالکل اس بات کو نہیں مانتا کہ یہاں آتنک وادی بنائے یا پالے جاتے ہیں، آتنک وادیوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، وہ تو کہیں اور پالے اور بنائے جاتے ہیں، آتنک واد کو اسلام دھرم، مسجد یا مدرسہ سے جوڑنا بالکل غلط ہے۔''

جب ان سے کہا گیا کہ آپ ایک ٹیچر ہیں تو کیا آپ یہ اچھی باتیں سماج اور دوسرے لوگوں تک

بھی پہنچائیں گے؟ انہوں نے کہا: ”میں ٹیچر بھی ہوں اور سماج سیوک بھی، ہم ٹیچروں کے گیان کا صحیح ہونا بہت ضروری ہے، آج سماج سوشل میڈیا کی وجہ سے بھرَ مِت ہو گیا ہے اور سماج میں کاپی (بغیر تحقیق کے نقل) کرنے کا رواج ہو گیا، اس سے بہت نقصان ہوتا ہے، جب مجھے صحیح بات معلوم ہوگی تو میں صحیح بات کہوں گا“۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ”اب تو میرے لئے ضروری ہو گیا کہ میں قرآن پڑھوں۔“

جب ان کا شکریہ ادا کیا گیا تو انہوں نے کہا: ”میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اتنے اچھے پروگرام میں شرکت کرنے کا موقع دیا۔ آج کے دن کو میں اپنے جیون کا سب سے اچھا دن مانتا ہوں شکریہ۔۔۔۔۔“

(۲) ہمارے ایک اور مہمان اشیش شرما نامی ایک صاحب تھے، یہ شیو سینا کی اندور شاخ کے صدر ہیں، انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

یہ پروگرام اپنی نوعیت کا انوکھا پروگرام ہے اور اسے آٹھ سال پہلے ہونا چاہئے تھا، بہر حال ”دیر آید درست آید“ اس قسم کے پروگرام جگہ جگہ ہونے چاہئے، تاکہ عام لوگوں تک بھی اس کا پیغام پہنچ سکے، میں آپ کا شکر گذار ہوں اور آپ کے ساتھ ہوں، اگر اس قسم کے پروگرام بار بار ہوتے رہیں تو پورے شہر ہی نہیں پورے دیش اور ملک کو فائدہ ہوگا، دوریاں کم ہوں گی اور غلط فہمیاں ختم ہوں گی۔ انہوں نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ مسجدوں کے منبر کا استعمال بھڑکاؤ بیان دینے ہی کے لیے ہوتا ہے۔

(۳) ہمارے ایک اور معزز مہمان منوج کمار ایڈوکیٹ صاحب تھے جو مسجد کے قریب ہی رہتے ہیں، انہوں نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:

”مجھے تو دس سال سے اس پروگرام کا انتظار تھا آپ لوگوں نے پہل کی، بہت اچھا کیا، ہمارا یہ شہر امن پسند شہر ہے۔ مسجد کے جن اعمال کا تعارف کروایا گیا ان کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ بلاشبہ یہ سب چیزیں سیکھ لینے کی ہیں، ساتھ ہی انہوں نے ایک تجویز پیش کی کہ مسلم سماج کا جوان پڑھ طبقہ ہے ان کے حقوق بہت پامال ہوتے ہیں اگر آپ لوگ کوئی کمیٹی بنا کر انہیں مال و گیان سے مدد

کریں تو بہت فائدہ ہوگا۔

مسٹر منوج کمار نے اپنا یہ واقعہ بھی سنایا کہ ۴۰ سال پہلے جب میں بچہ تھا تو اسی مسجد کے دروازے سے، گیٹ پر موجود کسی بوڑھے شخص نے مجھے ڈانٹ کر بھگا دیا تھا، اس دن کے بعد اب اتنی مدت کے بعد مسجد کے اندر آنا نصیب ہوا۔

ہم کارکنان برہان پور کو امید ہے کہ ہماری اس مختصر سی کارگذاری پڑھ کر مختلف علاقوں کے علماء وباشعور افراد اس اہم کام کی طرف توجہ کریں گے۔ اسی امید پر، حضرت والا کے حکم پر یہ کارگذاری تحریراً پیش کی گئی ہے۔ ہم آپ سب کی دعاؤں کے محتاج اور طلبگار ہیں۔

☆☆☆

[illegible] ۵ کا [illegible] برادرانِ وطن سے تعلقات

مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس کا بھی ظہور ہو رہا ہے تو اپنے دل کو وسیع کر کے ایسے سب لوگوں سے بھی محبت کرنا، ان کے لیے کم سے کم دعاؤں کا اہتمام کرنا، ان کے لیے دل میں نیک جذبات رکھنا اور ان کی کمیوں کو نظر انداز کر کے ان کی خوبیوں پر نظر رکھنا اور چپکے چپکے ان کے لئے اللہ سے مدد مانگنا؛ اپنے اوپر لازم کر لیجئے۔

ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کو اپنی کمیاں نظر نہیں آتیں، ہمیں دوسروں ہی کی کمیاں نظر آتی ہیں، بھائی! کسی کو حقیر مت سمجھیئے! کسی کو اللہ کی نگاہوں سے گرا ہوا مت سمجھیئے! اللہ تعالیٰ یہ بات کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتے کہ کوئی اپنی دین داری کے زعم اور دھوکے میں کسی کو بے دین سمجھے۔ ہم کون ہوتے ہیں کسی کی جنت اور دوزخ کا فیصلہ کرنے والے؟ ہمیں یہ حق اللہ نے نہیں دیا اگر ہم اللہ سے یہ حق چھیننے کی کوشش کریں گے تو یقیناً اس کی بدترین سزا ملے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کلمات میں خیر وبرکت ڈالے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے!!

☆☆☆

مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی الی رحمۃ اللہ

آج ۱۷ جنوری ۲۰۲۱ء کو ایک علم وتقوے کا پیکر اپنے مالک حقیقی سے جا ملا، مولانا برہان الدین سنبھلی وفات پا گئے، راقم سطور کو بھی ان سے تلمذ کا شرف حاصل ہے، ۱۹۷۰ء میں وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریسی خدمات کے لئے تشریف لائے، میں اس وقت ندوۃ العلماء میں ثالثہ شریعہ کا طالب علم تھا، جسے اس وقت ہفتم عربی کہا جاتا تھا، اور مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ میں نے اسی سال ان سے اصول فقہ کے اسباق پڑھے، اسی وقت ان کے علمی رسوخ اور معانی ومطالب پر انھیں حاصل دسترس کا احساس ہونا شروع ہوا۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ سے ان کا وطنی رشتہ تو تھا ہی، بہت گہرا علمی رشتہ بھی تھا، وہ مولانا برہان الدین صاحب کی اعلیٰ علمی استعداد کے بہت قائل وقدردان تھے، اور جہاں تک مجھے علم ہے کہ والد ماجدؒ ہی کی رائے پر مولانا علی میاں ندویؒ نے ان کو ندوہ آنے کی دعوت دی تھی، وہ بہت ہی نفیس ذوق رکھتے تھے، بہت جلد ندوہ کے ماحول پر چھا گئے۔

میں اس وقت ٹرین میں سوار ہوں، مجھے بتایا گیا کہ فروری کے شمارے میں صفحات کی گنجائش ختم ہو چکی ہے، اسلئے واٹس ایپ کے ذریعہ ایک چند سطری نوٹ ریکارڈ کر کے بھیج رہا ہوں۔ اس علمی انحطاط اور آزادروی کے زمانے میں ایسے علماء کا رخصت ہو جانا جو علم میں رسوخ اور تحقیقی ذوق رکھتے ہوں، بہت بڑا حادثہ ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اس محبت وشفقت اور تعلق خاطر کے اظہار کے لئے جو انھیں مجھ سے تھا، جب بھی میرا ندوہ جانا ہوتا میں ضرور کوشش کرتا تھا کہ ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوں اور وہ ہر ملاقات پر جس خوشی کا اظہار فرماتے اس کے بیان سے میں قاصر ہوں۔ بہر حال اس وقت تو میں اس اندوہناک حادثے کی اپنے قارئین کو اطلاع دیتے ہوئے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ملت کے بہت بڑے محسن، دین کے عظیم خادم اور قرآن وحدیث کے ایک راسخ عالم کے لئے جس قدر دعاؤں اور ایصال ثواب کا اہتمام کرسکیں، ضرور کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو قرب کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ان کے تمام متعلقین اہل خانہ، پسماندگان اور شاگردوں کو صبر جمیل عطا فرمائے ——— مدیر

پوری انسانی برادری کی ہمہ جہت ترقی کے لیے سرگرم عمل رضا کار تنظیم

رحمٰن فاؤنڈیشن

زیر سرپرستی: حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہ العالی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے مشورے سے اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کے شدید اصرار پر حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی مدظلہ نے یہ ادارہ، مختلف شعبوں میں خدمتِ خلق کے مقاصد سے قائم کیا تھا، اور اللہ کا شکر ہے کہ تب سے اب تک یہ ادارہ خاموشی کے ساتھ اپنے مشن میں لگا ہوا ہے۔ شدید اختصار کے ساتھ اس کی حالیہ خدمات کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

ا۔ طبی امداد: فی الحال دو کلینک ادارے کے ماتحت چل رہے ہیں۔ ایک: مداپور، نیرل میں جہاں خانقاہِ نعمانیہ ہے۔ اور دوسرا: بیلگام میں۔ ان کلینک کے کھل جانے سے مقامی مسلم و غیر مسلم سبھی لوگوں کو بہت راحت مل رہی ہے، اور اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہونچ رہا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مریضوں کے علاج اور آپریشن وغیرہ کے سلسلے میں ہر ماہ ایک بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے۔

۲۔ تعلیم: اس شعبہ کے تحت جو ادارے چل رہے ہیں۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

الف۔ دارِ ارقم: جامع مسجد، جہانگیر آباد، ضلع بارہ بنکی، یوپی۔ اس مدرسے میں ایک سوتیس 130 بچے حفظ، ناظرہ مع تجوید اور ضروری بنیادی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بچے غریب گھرانوں کے ہیں اور سب کے قیام وطعام کا انتظام مدرسے ہی کے ذمے ہے، مدرسہ کے سالانہ اخراجات تیرہ لاکھ (۱۳۰۰۰۰۰) روپے ہیں۔

ب۔ معہد الامام ولی اللہ الدہلوی للدراسات الاسلامیہ: بھی رحمٰن فاؤنڈیشن ہی کا ایک شعبہ ہے، اس معہد میں فارغ التحصیل نوجوان علماء کو دو سالہ ایسے تکمیلی اور تربیتی نظام سے گذارا جاتا ہے جس سے وہ اسلاف کے طریقے کے پابند رہتے ہوئے اور دورِ جدید کے مزاج اور نفسیات کی بھی رعایت کرتے ہوئے قرآن وحدیث اور شریعت اسلامی کی بہتر تفہیم وتشریح کے لائق بنیں۔ نیز انگریزی، سیاسیات، معاشیات، عالمی تاریخ وجغرافیہ اور کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم بھی ان کو دی جاتی ہے۔ اساتذۂ کرام کی تنخواہ، طلبہ عزیز کے قیام وطعام اور ماہانہ وظیفوں میں سالانہ ستائیس لاکھ (۲۷۰۰۰۰۰) روپئے کے اخراجات ہو رہے ہیں۔

ج۔ دار العلوم امام ربانی: یہ ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہے جس میں اعلیٰ معیار کے ساتھ بچوں کو ایک جامع نظام کے تحت تعلیم دی جا رہی ہے، جس کے ذریعہ وہ عالم دین بھی بن سکیں گے اور سائنس اور انگریزی وغیرہ عصری علوم کے بھی ماہر بن سکیں گے۔ چنانچہ اس ادارہ سے بچہ جہاں حافظ وعالم بن کر نکلے گا وہیں وہ انگلش میڈیم سے بارہویں بھی پاس کر چکا ہوگا۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی مثالی انتظام ہے۔ اس ادارہ میں بچوں کی مجموعی تعداد میں سے ہر سال بیس فی صد ۲۰٪ ایسے طلبہ رکھے جاتے ہیں جو معاشی کمزوری کی وجہ سے پوری فیس ادا نہیں کر سکتے، ایسے بچوں کی بقیہ فیس کی ادائیگی رحمٰن فاؤنڈیشن زکوۃ کی مد سے کرتا ہے۔ نیز تعمیرات وغیرہ کا جو بھی خرچ ہوتا ہے وہ رحمٰن فاؤنڈیشن ہی عطیہ اور فی سبیل اللہ کی مد سے برداشت کرتا ہے۔ اب تک تعمیرات کی مد میں رحمٰن فاؤنڈیشن تقریباً ساڑھے چار کروڑ (۴۵۰۰۰۰۰۰) روپئے خرچ کر چکا ہے۔ ابھی بھی تعمیرات کا سلسلہ جاری ہے۔

د۔ مدرسۃ الامام قاسم النانوتوی: اسکول اور کالج کی تعلیم سے فارغ شدہ یا حفظ قرآن کی تکمیل کیے ہوئے وہ طلبہ جن کی عمر ۱۸/ سال سے زیادہ نہ ہو، ان کے لیے سات سالہ عالمیت کا نظام ہے، جس میں عالمیت کی مکمل تعلیم کے ساتھ طلبہ کو بارہویں اور بی، اے، کے (فاصلاتی) امتحانات بھی دلائے جائیں گے۔

ھ۔ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ نسواں: یہ بچیوں اور مستورات کی دینی تعلیم وتربیت کا ادارہ ہے، ابھی کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے غیر اقامتی ہے، سخت ضرورت اور سرپرستوں کا شدید تقاضا ہے کہ جلد سے جلد اس کو بھی دار العلوم امام ربانی کی طرح ایک اقامتی ادارہ کی شکل دی جائے۔ ان شاء اللہ اسباب مہیا ہونے پر اس کو بھی اقامتی شکل دینے کا ارادہ ہے۔

REGD. No. S.S.P/LW-NP/212/2018/2020
R.N.I No. UP/URDU/2018/2129/57
MONTHLY
ALFURQAN
Lucknow

VOL No 88- ISSUE No 02
FEBRUARY 2020
₹35/-
Posting Date: 22 & 28 (Advance Month)
Publish Date: 21 (Advance Month)
Dispatch Post office: R.M.S (Charbagh, LKO)

Address: 114/31, NAYA GAON (west), NAZIRABAD, P.O AMINABAD, LUCKNOW-226018
Tell: +91-522-4079758- E-mail: monthlyalfurqanlko@gmail.com

۲۔ ایسے متعدد بچوں اور بچیوں کی تعلیمی فیس کی ادائیگی، جو مختلف اسکولوں اور کالجوں میں زیرِ تعلیم ہیں، وہ یا تو یتیم ہیں یا ان کے والدین اپنی غربت کی وجہ سے فیس کی ادائیگی سے قاصر ہیں، ایسے بچوں اور طلبہ کے لیے ہر ماہ تقریبا تیس ہزار (۳۰۰۰۰) روپے دیے جاتے ہیں۔

۳۔ بیوہ پنشن: بے سہارا، بیوہ یا مطلقہ خواتین کو بھی ماہانہ پنشن کے طور پر ایک رقم دی جاتی ہے، سالِ رواں میں اس مد میں تقریبا ایک لاکھ پچیس ہزار (۱۲۵۰۰۰) روپے خرچ کیے گئے۔

۴۔ خانقاہ نعمانیہ مجددیہ: مہاراشٹر، نیرل میں ایک چھوٹے سے گاؤں ممداپور میں ایک اصلاحی، دینی، روحانی اور تربیتی مرکز قائم ہے، جہاں رحمٰن فاؤنڈیشن کے بانی حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی دامت برکاتہم کا مسلسل قیام رہتا ہے، مسلسل مہمانوں، سالکین کی آمد رہتی ہے، رمضان میں تو سالکین کا ہجوم رہتا ہے۔ کارکنان کی تنخواہ، بجلی، پانی، مہمانوں کی ضیافت وغیرہ میں ماہانہ ساڑھے چار لاکھ (۴۵۰۰۰۰) روپے خرچ ہوتے ہیں۔

۵۔ مسجد: خانقاہ میں ابھی تک مسجد نہیں ہے۔ الحمد للہ زمین کا انتظام ہو چکا ہے۔ تعمیر کا کام شروع ہونا باقی ہے۔ ایک مصلّی کی لاگت کا تخمینہ پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) روپئے ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وسائل کی کمی کی وجہ سے ہم مستحق کی کما حقہ مدد نہیں کر پاتے، اس لیے بلا تردد ہم کارکنان ادارہ امید کرتے ہیں کہ آپ سب ان خدمات کی قبولیت کے لیے دعاؤں کا بھی اہتمام فرمائیں گے اور ان میں زکوۃ وعطیات کے ذریعے تعاون بھی فرمائیں گے، خصوصاً رمضان المبارک میں اس ادارہ اور اس کی خدمات کو یاد رکھتے ہوئے دعاؤں اور تعاون سے ہمارا ساتھ دیں گے۔

رحمٰن فاؤنڈیشن کے بینک اکاونٹ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تمام اکاونٹ سیونگ اکاونٹ (Saving Account) ہیں
چیک اور ڈرافٹ "رحمٰن فاؤنڈیشن" (RAHMAN FOUNDATION) کے نام سے بنائیں!

للہ، صدقہ اور زکوۃ کے لیے:

Bank of Baroda, Branch : Neral, Raigad
A/c. #37800100001737(RTGS/NEFT/IFSC Code: BARB0NERALX)

صرف مسجد کے لیے:

Union Bank,Branch : Neral, Raigad
A/c No. 320902010027773(RTGS/NEFT/IFSC Code: (UBIN0532096)

تعاون کے لیے رابطہ کریں!

مولانا عبدالماجد: 7038220051 جناب نسیم صاحب 7507823836 محمد اسامہ صاحب 9820188882

نوٹ! برائے مہربانی اکاونٹ میں رقم جمع کرانے کے بعد مندرجہ بالا نمبرات میں سے کسی بھی ایک نمبر پر ایس، ایم، ایس یا واٹس ایپ کے ذریعہ اطلاع ضرور دیں۔ جزاکم اللہ خیراً